رجسٹرڈ نمبر ۵۵۶۴
جلد ۳۴
نمبر ۴
زیر سرپرستی عالیجناب اعلیٰ حضرت پیر طریقت رہبر شریعت عظیم البرکت بدر العلیا مولانا حافظ حاجی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری دامت برکاتہم
انوار الصوفیہ
مسجد نور علی پور شریف
مدیر مسئول
مولانا مولوی محمد امام الدین رائے پوری (پاکستان)
مولوی محمد امام دین رائے پوری ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر نے ممتاز برقی پریس سیالکوٹ
سے چھپوا کر کیمپ مسجد سیالکوٹ سے شائع کیا۔

قواعد و ضوابط

(۱) علم تصوف کی اشاعت کرنا۔ (۲) بزرگانِ دین کی سوانح عمری پبلش کرنا۔ (۳) کتاب و سنت اور فقہ کی روشنی میں ... کا بیان کرنا۔ (۴) عوام کے افعال و اعمال اور اُن کے اخلاق کا سدھارنا۔

فہرست مضامین

جلد ۳۴ | ماہ مارچ ۱۹۵۱ء | نمبر ۴

نعت شریف

— از جامی رحمۃ اللہ علیہ —

عارض است این یا قمر یا لالۂ احمر است این
یا شعاعِ شمس یا آئینۂ دلہا ست این

چشم تو جادو ست یا آہو ست یا صیادِ فلک
یا دو بادامِ سیاہ یا نرگسِ شہلا ست این

یا رب این طاق است یا محراب یا قوسِ قزح
یا ہلالِ عید یا ابروِ ماہ پاست این

زلفِ تو زنجیر یا قلاب یا مشکِ ختن
سنبلِ تر یا سمن یا عنبرِ سارا ست این

یا رب این خورشیدِ تاباں ست یا ماہِ تمام
یا فرشتہ یا پری یا شوخِ بے پرواہ ست این

کوئے تو کعبہ است یا فردوس یا خلدِ بریں
یا گلستانِ ارم یا جنت الماویٰ ست این

قمری باغِ جناں یا بلبلِ عرش آشیاں
شاعرِ جادو بیاں یا جامئ شیدا است این

فضائل کا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

—: گذشتہ سے پیوستہ :—

ہم نے رسالہ انوار الصوفیہ کے گذشتہ نمبر میں یہ تحریر کیا ہے۔ کہ اس طریقہ میں شرط آفادہ واستفادہ صحبت و محبت شیخ قرار پائی ہے۔ یعنے جس کو جس قدر پیر طریقت سے محبت اور صحبت زیادہ ہوگی۔ اُسیقدر اسکو فیوضات و برکات پیر زیادہ حاصل ہونگے۔ اور یہی بعینہٖ رسول اللہ علیہ السلام و صحابہ کرام کا معاملہ تھا۔ چنانچہ قیوم ثانی خواجہ خواجگان خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ عزیز کے مکتوبات جلد اول کے مکتوب ع ۷۹ میں یوں ارشاد ہے

در طریقۂ ما مدار وصول مربوط برابطۂ محبت است بشیخ مقتدا۔ طالب صادق از راہ محبتے کہ بشیخ دارد اخذ فیوض و برکات از باطن او می نماید۔ و بمناسبت معنویہ ساعت فساعت برنگ او می برآید۔ گفتہ اند کہ فنا فی الشیخ مقدمۂ فنا حقیقی است۔ ذکر بے رابطۂ مسطورۂ مشورہ و بے فنا فی الشیخ موصل نیست۔ ذکر ہر چند از اسباب وصول است۔ لیکن غالباً برابطۂ محبت فنا در شیخ است۔ آرے ایں رابطہ تنہا بارعایت آداب محبت و توجہ و التفات شیخ بے التزام طریق ذکر موصل است۔ و در طریق دیگر سلوک تسلیک اختیارے بطریق دیگر وابستہ است مدار کار بر وظائف و اوراد و اذکار است۔ و بنیاد معاملہ بر ریاضت اربعینات و بہ پیر طریقت بایں مشابہ رجوع نیست۔ و دریں طریق کہ طریق صحابہ کرام است علیہم الرضوان افادہ و استفادہ انعکاسی است و محبت شیخ مقتدا بارعایت آداب کافی است وظائف و اذکار و طاعات نیز از ممدات و معاونات است صحبت خیر البشر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ الزاکیات والتسلیمات والتحیات النامیات در حصول کمالات بشرط ایمان و تسلیم وانقیاد کافی بود۔ لہٰذا راہ وصول دریں طریق اقرب گشتہ است۔ و در اخذ فیوض و برکات از شیخ کامل مکمل کہول و صبیان و شیوخ و احیا و اموات برابرند۔

ترجمہ۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے طریقہ میں وصول حق کا انحصار صرف رابطہ محبت پیر طریقت پر ہے۔ طالب صادق محبت کے راستہ سے جو اسکو اپنے شیخ طریقت سے ہوتی ہے۔ اس کے (پیر طریقت) کے باطن سے برکات اور فیوض حاصل کرتا ہے۔ اور حقیقی مناسبت سے گھڑی بگھڑی اُسکا رنگ ظاہر ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ فنا فی الشیخ ہونا ہی مقدمہ فنا فی اللہ کا ہے۔ تنہا (خالی) ذکر بغیر رابطہ مسطورہ بالا کے اور بغیر فنا فی الشیخ کے موصل الی الحق نہیں ہے۔ مگر غالباً رابطہ محبت سے فنا فی الشیخ حاصل ہوجاتی ہے۔ اور ہاں یہ رابطہ ہی صرف رعایت آداب محبت سے اور شیخ طریقت کی مہربانی اور توجہ سے بدون ذکر کے موصل الی الحق ہے مگر دوسری سلاسل کے سلسلہ سلوک جو طریق مقرر شدہ ہے انکا مدار وظائف اور اوراد اور ذکر پر ہے۔ اور تمام معاملہ کی بنیاد ریاضت کے شاقہ پر ہے۔ اور پیر طریقت کی اس مشابہت سے رجوع نہیں ہے۔ مگر اس طریق (نقشبندیہ مجددیہ) میں جو طریقہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ہے۔ فائدہ اور استفادہ انعکاسی (توجہ باطنی) سے اور شیخ مقتدا کی محبت بارعایت آداب کافی ہے۔ وظائف اذکار اور عبادات بھی امدادی اور معاونین ہیں صرف محبت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم جو ایمان و تسلیم اور تابعداری و اطاعت سے ہو۔ حصول کمالات کیلئے کافی کافی ہوتی ہے۔ لہٰذا وصول حق کا یہ طریق اقرب طریق ہے۔ اور شیخ کامل مکمل سے بوڑھے بچے۔ بزرگوں زندوں اور مردوں الغرض تمام کو فیوض اور برکات برابر حاصل ہوجاتے ہیں۔ نیز چونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ کو کمالات نبوت سے حظ وافر حاصل تھا۔ اور یہ طریقہ اُن ہی سے شروع ہوتا ہے۔ اس لئے اس طریقہ سے کمالات نبوت کو راستہ کھلا ہوا ہے۔ چنانچہ اسی ہی کی بابت امام المتقین والعارفین حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرماتے ہیں۔

نزد فقیر یک گام دریں طریق زدن برابر ہزار گام طریق دیگر است۔ راہے بکمالات نبوت بطریق سعیت وراثت کشادہ می شود مخصوص بایں طریق عالی است۔ منتہائے طریق دیگر تا نہایت کمالات ولایت است۔ از آں جا راہے بکمالات نبوت کشادہ اند۔ ازینجا است کہ فقیر در کتب و رسائل خود نوشتہ کہ طریق ایں بزرگواران طریق اصحاب کرام است علیہم الرضوان۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند۔ صحبتِ طالح ترا طالح کند

از صدر الفاضل صاحبزادہ مولانا الحاج حافظ سید محمد حسین صاحب علیپوری مدظلہ العالے

قرآن مجید کا یہ معجزہ ہے۔ کہ تھوڑی اور مختصر سی عبارت میں بے شمار مضامین بیان فرما دیتا ہے۔ قرآن کریم کی چھوٹی چھوٹی آیات کی تفسیر کے لئے دفتر درکار ہیں۔ اور اُس کی ایک ایک آیت اہل اسلام کی زندگی کا دستور العمل ہے۔

فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظالمین

یہ جملہ چند کلمات کا مجموعہ ہے۔ مگر اس میں مسلمانوں کو اُس جز کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ جو ایمان و اعمال اسی طرح کفر و ظلمتیاں اور بداعمالی کی جڑ ہے۔ یعنی صحبت فرمایا گیا۔ کہ ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ خیال رہے کہ اچھی بُری صحبت دیگر اعمال سے زیادہ مؤثر ہے چند وجوہ سے۔

صحبت کا اثر روز سے۔ نماز، زکوٰۃ وغیرہ سے زیادہ ہے۔ نماز سے انسان نمازی۔ بن جاوے گا۔ اسی طرح جہاد سے غازی۔ حج سے حاجی اور علم سے قاضی ہو جاویگا۔ مگر ان میں سے کسی عمل سے صحابی نہ بنیگا۔ غوث قطب ابدال ولی عالم نہ ہو سکے گا۔ صحابی وہی ہوگا۔ جو پیغمبر کی صحبت پائے۔ تابعی وہی کہلائیگا جو صحابی کا صحبت یافتہ ہو۔ اسی طرح عالم صوفی وغیرہ بزرگوں کی صحبت اور اُن کی توجہ سے بن سکتا ہے۔ غرضیکہ صحبت کا فائدہ دیگر عبادات سے افضل ہے مثنوی میں ہے ؎

یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اسی طرح کفر و نفاق ارتداد اکثر بُری صحبت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ بدعملی کفر نہیں۔ مگر بُری صحبت اکثر کفر کا ذریعہ ہے۔ نیک اعمال صرف جن و انسان ہی کر سکتے ہیں۔ اور یہی اس کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ درخت۔ جانور۔ پتھر وغیرہ نہ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ نہ حج و زکوٰۃ ادا کر سکیں۔ اُن کی تسبیح اور ہی قسم کی ہے۔ جس کی جزا کچھ نہیں۔ اس لئے جنت صرف انسانوں کے لئے ہے۔ مگر صحبت اور صحبت کے فائدے اور نقصان ہر مخلوق کو حاصل ہیں۔ لہذا صحبت کا اثر عام ہے۔ دیکھو جن ملکوں پر عذاب الٰہی آیا وہاں ٹھیرنا وہاں کی چیزیں استعمال کرنا ممنوع ہو گئیں۔

ایک بار صحابہ کرامؓ نے قوم ثمود کے کنوئیں سے پانی لیکر آٹا گوندھ لیا۔ تو سرکاری حکم سے وہ آٹا پھینکوا دیا گیا۔ کیونکہ اس میں عذاب والی قوم کے کنوئیں کے پانی سے آٹا گوندھ لیا گیا تھا۔ معلوم ہوا۔ کہ بروں کی صحبت سے وہ زمین کا خطہ منحوس ہو گیا۔ اس لیے حاجی منا کو جاتے وقت اس میدان سے تیزی سے گذر جاتے ہیں۔ جہاں اصحاب فیل پر عذاب آیا تھا۔ جت خانہ۔ شراب خانہ حمام وغیرہ میں نماز نہ پڑھنا چاہیئے۔ کہ یہ زمین بُروں کی صحبت کی وجہ سے نماز کے قابل نہ رہی۔ یہ تو بُری صحبت کے آثار معلوم ہوئے۔ آؤ اچھی صحبت کے آثار بھی دیکھیں مدینہ پاک و مکہ مکرمہ کی زمین باقی زمین سے اعلیٰ حضور علیہ السلام کی قبر انور کا وہ حصہ جو جسم اطہر سے متصل ہے۔ عرش اعظم سے بڑھکر ہے۔ کیونکہ وہ حصہ جسم اطہر سے صحبت یافتہ ہے۔

حضرت ذوالنون مصری حج کو جاتے ہوئے [illegible] قادسیہ سے گذرے۔ جہاں صحابہ کرام اور عیسائیوں کی شہ[illegible]

لڑائی جنگ قادسیہ ہوئی ہے۔ اونٹ پر سوار تھے۔ اچانک اونٹ سے کود کر ریت پر لوٹنے لگے۔ لوگ سمجھے کہ حضرت کو گرمی ہو گئی۔ پانی لیکر دوڑے۔ ہاتھ منہ پر چھڑکنے لگے۔ فرمایا۔ یہ کیا کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ آپ کو گرمی لگ گئی۔ ٹھنڈک پہونچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ فرمایا نہیں بلکہ کچھ عرصہ پہلے حضرت خالد ابن ولید صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے دوڑے ہیں۔ اُن گھوڑوں کی ٹاپوں سے جو انوار نکلے ہیں۔ وہ آجتک اِن ذروں میں جگمگا رہے ہیں۔ میں ان ذروں پر اس لئے لوٹ رہا ہوں کہ رب تعالیٰ ان انوار کی تجلّیاں مجھے بھی عطا فرماوے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سفر حج میں اس جگہ قیام فرماتے تھے۔ جہاں سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیام فرمایا۔ امام بخاری نے حاجیوں کو اُن مقامات کا پتہ بتایا۔ جہاں حضور علیہ السلام نے نمازیں پڑھیں صوفیائے کرام فرماتے ہیں۔ کہ جس جگہ اللہ والے کا گذر ہو جاتا ہے۔ وہاں کے در و دیوار ذاکر ہو جاتے ہیں۔ غرضیکہ اچھی بُری صحبت کا اثر ہر مخلوق پر پڑتا ہے۔

اچھی صحبت کی برکت سے بُرا اچھا ہو جاتا ہے۔ اور بُری صحبت سے اچھا بُرا بن جاتا ہے۔ دیکھو کنعان حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا خاندان نبوّت کا ایک فرد تھا۔ مگر بُری صحبت میں پھنس کر کافر ہو گیا۔ جس کے بارے میں رب تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ۔ اے نوح علیہ السلام وہ آپ کا اہل بیت ہی نہیں۔ کیونکہ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ۔ اس کے عمل اچھے نہیں۔ وہ بُروں کا صحبت یافتہ ہے۔ اور اصحاب کہف کی صحبت سے کتا قابل عظمت ہو گیا۔ کہ اس کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا گیا۔ وَکَلْبُھُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْہِ بِالْوَصِیْدِ اب اس کتے کا ذکر نمازیں۔ مسجد کی محراب میں۔ ممبر پر وعظوں میں اچھی طرح ہو رہا ہے۔ لہذا اس کے نام کے وظیفے پڑھے جاتے ہیں۔ جب کسی پر کتا حملہ کرے تو یہ ہی آیت پڑھے۔ انشاء اللہ تعالےٰ کتے کے حملہ سے محفوظ رہیگا۔ نیز جب کوئی شخص کسی مصیبت میں پھنسے تو اصحاب کہف کا توشہ مانے۔ جب حاجت پوری ہو جاوے تو توشہ پکاوے اور سات نیک لوگوں کی جو حقہ نہ پیتے ہوں دعوت کرے۔ اور ایک کالے کتے کو دن میں کہدیوے۔ کہ قطمیر آج ہمارے گھر تیری دعوت ہے۔ فلاں وقت فلاں جگہ آجانا۔ انشاء اللہ تعالےٰ وقت مقرر پر کتا اس کے گھر آجاوے گا۔ اُسے بھی پوری خوراک دیوے۔

سبحان اللہ! نیکوں کی صحبت کی برکت سے گندے کتے کو یہ درجات ملے۔ مفسرین فرماتے ہیں۔ کہ چند جانور بشکل انسان جنت میں جاویں گے۔ جیسے اصحاب کہف کا کتا۔ صالح علیہ السلام کی ناقہ، عیسیٰ علیہ السلام کا دراز گوش۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ قصوا وغیرہ۔ اچھی صحبت کی برکت سے بے عمل بھی متقی بن جاتا ہے۔ شیخ سعدیؒ نے فرمایا۔ ؎

دیدم گلے تازہ چند دستہ — برگنبدے از گیاہ بستہ
گفتم چہ بود گیاہ ناچیز — تا در صف گل نشیند او نیز
بگریست گیاہ و گفت خاموش — صحبت نہ کنند کرم فراموش
گو نیست جمال و رنگ و بویم — آخر نہ گیاہ باغ اویم

یعنی میں نے پھولوں کے چند گلدستہ گھاس سے بندھے اچھے مقام پر دھرے ہوئے دیکھے۔ تو میں نے تعجب سے کہا۔ کہ یہ ناچیز گھاس گدھوں کی خوراک پھولوں کے ساتھ کیوں بیٹھ گئی۔ تو گھاس رو کر بولی کہ اے سعدیؒ یہ نہ دیکھو۔ کہ میں کون ہوں۔ یہ دیکھو۔ کہ کہاں کی ہوں۔ اگرچہ مجھ میں پھول کی سی رنگ و بو نہیں۔ مگر اس کے باغ کی گھاس اور اس کی صحبت یافتہ تو ہوں۔ پھول درخت سے ٹوٹ کر مجھ پر گرتے تھے۔ جب وہ باغ

سے چلے تو مجھ سے بولے۔ کہ تو بھی ہمارے ساتھ چل۔ اس صحبت کے فیض سے میں یہاں قالین غالیچوں پر بیٹھی۔ امیروں وزیروں کے ہاتھوں پہنچی۔

دیکھو تل اور اس کا تیل ایک معمولی اور بے قدری چیز ہیں۔ مگر تل جب کچھ دیر پھول کی صحبت میں بیٹھے۔ تو پھول کی طرح مہک گئے۔ اور ان کے تیل کا نام چمبیلی کا تیل ہوا۔ امراء وزرا کے سر پر جگہ ملی۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا۔ کہ اچھی صحبت عطار کی دکان کی طرح ہے۔ اگر تم وہاں سے عطر نہ بھی خریدو تب بھی خوشبو ضرور پالو گے۔ اور بری صحبت لوہار کی بھٹی کی طرح ہے۔ اگر تم وہاں نہ بھی جلو۔ مگر کپڑے اور منہ ضرور کالے کرو گے۔ غرضیکہ صحبت عجیب چیز ہے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ فرمایا گیا۔

خیال رہے کہ صحبت والا جتنا قوی ہوگا۔ اسی قدر صحبت کی تاثیر زیادہ ہوگی۔ نبی کی صحبت کی تاثیر اور ہے۔ ولی کی صحبت کی تاثیر کچھ اور۔ علمائے کرام کی صحبت کی تاثیر اور ہے۔ صالحین کی صحبت کی تاثیر جداگانہ۔ پھر سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاثیر کچھ اور ہی ہے۔ حضور کے صحبت یافتہ بعض لوگ ایک آن میں عالم، عارف، حافظ، قاری وغیرہ بن گئے۔

ایک شخص چوہدری محمد شفیع صاحب مرحوم بی۔ اے سب جج حضرت قبلہ امیرِ ملت مدظلہٗ العالی کی خدمت میں حاضر ہو کر داخل سلسلہ ہوئے۔ آپ کی صحبت اور تعلیم نے جج صاحب کی کایا پلٹ دی۔ کہ جج صاحب مرحوم حضرت قبلہ کو خط میں لکھتے ہو۔ شعر ؎

جاناں تھا کون یہ شب بیداریاں۔ دور کر دی تو نے سب بیماریاں

اِس قسم کے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں واقعات ہیں۔ کہ حضرت قبلہ مدظلہٗ کی صحبت سے راہزن، ڈاکو، چور، بدمعاش، خلق بدعمل، صالح متقی بن گئے۔ کہ ان کی برکت سے ہزاروں انسان اپنے خالق و مالک کے صحیح فرمانبردار ہو گئے۔ دیکھو کہ کوئلہ کا رنگ کالا، شکل میں برا اور ہاتھ لگانے میں ٹھنڈا ہوتا ہے مگر کچھ دیر آگ کی صحبت میں رہ کر اس کا رنگ آگ سا نام اور کام سب آگ کی طرح ہو گیا۔

خیال رہے۔ کہ یہاں بروں کے پاس بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے بیٹھنے سے مراد محبت و الفت کے طریقہ پر نشست و برخاست رکھنا ہے۔ تبلیغ یا تردید کے لئے بروں کی مجلس میں بیٹھنا عین عبادت ہے۔ اگر علما فضلا بزرگانِ دین بروں کو اپنے پاس بیٹھنے کا موقعہ نہ دیں۔ تو ان کی اصلاح کیونکر ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بروں کو اچھا۔ طالحین کو صالحین۔ کافرین کو مؤمنین بنایا۔ لیکن یہ ان لوگوں کے لئے ہے۔ جو دوسروں کو فیض دے سکیں۔ عام مسلمان بروں سے مطلقاً بچیں۔ ممکن ہے۔ کہ وہ ان کو اچھا نہ کر سکیں۔ بلکہ یہ اچھے خود برے بن جائیں اسی طرح دنیاوی کاروبار میں کسی بے دین کے پاس اتفاقیہ بیٹھ جانا برا نہیں۔ ورنہ ریل کی سواری تجارتی کاروبار سب بند ہو جاویں گے۔ کہ ان سب میں ضرورتاً ہندوؤں اور کفار کے پاس بیٹھنا پڑتا ہی ہے۔

یہ بھی خیال رہے۔ کہ صحبت کی چند صورتیں ہیں۔ صحبت جسمانی، صحبت روحانی، صحبت ایمانی اور صحبت عرفانی۔ صحبت قلبی وغیرہ۔ یہ آیت کریمہ ان تمام صحبتوں کو شامل ہے۔ صحبت جسمانی میں تو جسماً قرب ضروری ہے۔ اسی صحبت پر شرعی احکام جاری ہوتے ہیں۔ مثلاً صحابی وہ کہلائیں گے جنہیں ایمان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس جسم سے حاضری نصیب ہوئی۔ ایسے ہی تابعی وہ جو اس جسم کے ساتھ صحابی کے صحبت یافتہ ہوں۔ روحانی قرب پر یہ احکام جاری ہیں۔ ورنہ ہر مسلمان صحابی ہونا چاہئے۔ جن کو

فیض ہر قسم کی قرب اور ہر طرح کی صحبت سے حاصل ہے۔ دیکھو لُوط
علیہ السلام کی بیوی اگرچہ عذاب کی رات لُوط علیہ السلام کے
ساتھ بستی سدوم سے نکل آئی تھی۔ مگر چونکہ اس کا دل اُسی
مجرم قوم کے ساتھ تھا۔ لہذا راستہ ہی میں ہلاک کردی گئی۔ یہ
صحبت روحانی اور دلی قرب ہوا۔ حضرت اویس قرنی حضور
صلی اللہ علیہ وسلم سے جسماً دُور رہے۔ مگر روح اور دل
کے لحاظ سے قدم پاک پر حاضر رہے۔ لہذا قرن میں بیٹھے
ہوئے مدینہ سے وہ فیض پایا کہ سبحان اللہ۔

سُورج چوتھے آسمان پر ہے۔ اور گندی زمین اُس سے
ہزارہا میل دُور۔ مگر جب نورانی کرنوں سے اس طرف توجہ
کرتا ہے۔ تو اس گندگی کو خشک کرکے پاک وصاف بنادیتا
ہے۔ جب آسمان کا سورج اتنی دور سے گندی زمین کو پاک
کردیوے۔ تو اگر مدینہ کا سچا سورج ہم گندوں کو وہاں سے
پاک وصاف فرمادیویں تو کیا تعجب ہے۔ مولانا جامیؒ
فرماتے ہیں ؎

گرچہ صد مرحلہ دورم زبہ پیش نظرم۔ وجہہ فی کل نظری کل غداۃ و عشی

حکایت۔ شرح قصیدہ بردہ میں امام خرپوتی فرماتے ہیں۔
کہ ابوجہل نے اپنے ایک یمنی دوست حبیب یمنی کو خبر بھیجی۔
کہ مکہ مکرمہ میں ایک نیا دین آیا ہے۔ جس کے پیغمبر نے تمام
لوگوں کو اپنا گرویدہ کرلیا ہے۔ اُس دین کی اس زور سے
اشاعت ہو رہی ہے۔ کہ رو کے نہیں رُکتی۔ جلد مکہ پہنچکر
لوگوں کو روکو۔ ورنہ ہمارے دین کی خیر نہیں۔ مکہ والوں پر تیرا
احسان ہے۔ لوگ تیری بات مان لینگے۔ وہ یہ خبر پاکر فوراً
مکہ پہنچ گیا۔ ابوجہل نے اس کی بڑی خاطر تواضع کی اور یہاں
کا سارا ماجرا بیان کیا۔ وہ بولا کہ یار بات یہ ہے۔ کہ دونو
فریق کی بات سنکر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ تیری بات تو میں نے
سُن لی۔ مگر ضروری ہے۔ کہ فریق ثانی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سے بھی گفتگو کرلوں۔ دیکھ تو لوں کہ وہ کیسے ہیں۔ ابوجہل سُنکر
گھبرا تو گیا۔ مگر کچھ کہہ نہ سکا۔

حبیب یمنی نے بارگاہ نبوی میں پیغام روانہ کیا۔ کہ میں یمن سے
یہاں آپ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ہمراہ لے
کر تشریف لائے۔ حضورؐ کے تشریف لاتے ہی مجلس پر سناٹا
چھا گیا۔ سب لوگ مرعوب ہو گئے۔ کسی میں لب کشائی کی ہمت
نہ ہوئی۔ آخر کار کچھ دیر کے بعد خود سرکار نے ارشاد فرمایا۔ کہ
حبیب ہمیں کیوں بلایا ہے۔ وہ اور تو کچھ عرض نہ کرسکا۔ گھبرا
کر بولا۔ کہ میں نے سُنا ہے کہ حضور نبوت کے مدعی ہیں۔ انبیاء
کے لئے معجزات چاہئیں۔ حضور کا کیا معجزہ ہے۔ فرمایا جو تو چاہے
عرض کرنے لگا جو میں چاہوں۔ فرمایا۔ ہاں جو چاہے۔ اُس نے
عرض کیا۔ کہ دو چیزیں چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ اس وقت چاند
اپنی پوری روشنی پر ہے۔ اسے پھاڑ کر دو ٹکڑے کردیئے
جاویں۔ فرمایا۔ کوہ صفا پر چل۔ یہ سارا مجمع پہاڑ صفا پر پہنچا۔
حضور نے چاند کی طرف انگلی کا اشارہ فرمایا۔ پورا چاند پھٹ
کر دو ٹکڑے ہوگیا۔ ایک پہاڑ کے اِس طرف دوسرا اُس طرف
دوسرے اشارہ پر پھر دونو ٹکڑے ملکر یکساں ہو گئے۔ فرمایا
دوسری بات کیا ہے۔ عرض کرنے لگا۔ حضور خود ہی بتائیں۔ کہ
میں دوسری بات کیا چاہتا ہوں۔ فرمایا۔ سُن تیری ایک
لڑکی بے دست و پا ہے۔ جس کے نہ ہاتھ ہیں نہ پاؤں۔ نہ
آنکھ۔ نہ کان۔ وہ تجھ پر بوجھ ہے۔ تو چاہتا ہے۔ کہ اُسے
شفا ہو جاوے۔ جا اُسے وہاں شفا بخش دی گئی۔ یہ سُن
کر حبیب بے اختیار ہو گیا۔ اور کانپتی ہوئی آواز سے چیخا۔
کہ اے ابوجہل سُن لے۔ اے رقبہ سُن لے۔ اور مکہ کے در
و دیوار سُن لو۔ میں صدق دل سے پڑھتا ہوں۔ اشہد
ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اب سے میں یمن

میں اسلام کا سچا مبلّغ ہوں۔ یہ کہہ کر اپنے گھر خوشی خوشی روانہ ہوا۔ جب گھر پہنچا۔ تورات کا وقت تھا۔ دروازہ پر دستک دی۔ وہ ہی بے دست و پا لڑکی دروازہ کھولنے کے لئے آئی باپ کو دیکھکر پڑھنے لگی۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ حبیب بولا بیٹی تجھے یہ کلمہ کہاں سے ملا۔ اور تو کیسے اچھی ہوگئی۔ تو بزبان حال بولی۔ شعر

وہ دکھا کے شکل جو چل دیئے تو دل انکے ساتھ رواں ہوا
نہ وہ دل ہے نہ وہ دلربا رہی زندگی سو وہ بار ہے

فلاں رات کو میں سو رہی تھی۔ کہ کوئی چاند سے چہرہ والے سیاہ زلفوں والے خواب میں تشریف لائے۔ اور مجھ سے فرمایا۔ کہ بیٹی تیرے باپ کو ہم مکہ میں کلمہ پڑھا رہے ہیں۔ تو یہاں مسلمان ہو جا۔ پڑھ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اٹھی تو تندرست تھی اور یہ کلمہ زبان پر جاری تھا۔

یہ محبت روحانی یا ایمانی ہے۔ غرضیکہ قلبی تعلق بھی فیض کا ذریعہ ہے۔ ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ ماں کا پیارا بچہ پردیس میں بیمار ہو جاوے۔ تو ماں کے دل پر یہاں اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ ماں کا دلی تعلق قائم ہے۔

غرضیکہ مسلمانوں کو چاہئے۔ کہ اچھوں کے پاس بیٹھیں اچھوں سے الفت رکھیں۔ بروں سے جسماً قلباً دور رہیں۔ بدمذہبوں کے جلسہ میں جانا بھی حرام ہے۔ کہ اس آیت کے حکم میں یہ بھی داخل ہے۔ خیال رہے کہ کسی کی تصنیف دیکھنا۔ اس کے مضامین پڑھنا۔ اس کے چاہنے والوں کے پاس بیٹھنا بھی ایک قسم کی صحبت ہے۔ بدمذہبوں کی دینی کتابیں پڑھنا۔ ان کے ساتھیوں سے الفت رکھنا اس آیت کے رو سے ناجائز ہے۔ کیونکہ جیسے کسی کی ظاہری صحبت اثر کرتی ہے۔ ایسے ہی اُس کی تقریر وغیرہ بھی۔

مولوی مثنوی فرماتے ہیں۔

تا توانی دور شو از یارِ بد
یارِ بد بدتر بود از مارِ بد

مارِ بد تنہا ہمیں بر جاں زند
یارِ بد بر دین و ایماں زند

بُرے یار کی صحبت بُرے سانپ سے زیادہ خطرناک ہے کہ بُرا سانپ صرف جان لے گا۔ اور بُرا یار دین وایمان برباد کرے گا۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم پر کسی کی صحبت کا اثر پڑیگا ہی نہیں۔ ہمارا ایمان نہایت مکمل ہے۔ خواہ ناول پڑھیں۔ یا سینما دیکھیں۔ بدمذہبوں کے جلسوں میں جائیں۔ یا جسے چاہیں اپنا یار بنائیں۔ وہ لوگ اس سے عبرت پکڑیں۔ کہ نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان پیغمبر زادہ تھا۔ مگر صحبت کفار نے اُسے کافر بنا دیا۔ یہ لوگ پیغمبر زادے تو نہیں ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ ایک بار توریت کا نسخہ بارگاہ نبوی میں لاکر حضور کو سنانے لگے۔ حضور علیہ السلام کا چہرۂ انور متغیر ہونے لگا۔ حضرت صدیق اکبر نے فرمایا۔ کہ اے عمر۔ تمہاری ماں روئے۔ کیا تم نہیں دیکھتے۔ کہ حضورؐ کے چہرۂ مبارک پر غضب کے آثار نمودار ہیں۔ تب حضرت فاروق نے عرض کیا رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا۔

تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ ہمارے پاس کیا نہیں ہے۔ جو تم بگڑی ہوئی توریت میں ڈھونڈتے ہو۔ قسم رب کی اگر موسیٰ علیہ السلام بھی آج زندہ ہوتے (ظاہری زندگی) تو انہیں ہماری تابعداری کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ دیکھو حضرت عمرؓ جیسی ہستی جن سے شیطان بھاگتا ہے۔ انہیں توریت پڑھنے سے منع فرما دیا۔ حالانکہ وہ کلام الہی تھا۔ اگرچہ بگاڑ دیا گیا تھا۔ تو کیا ہم لوگ حضرت عمر سے زیادہ کامل ایمان رکھتے ہیں یا آجکل کے عام ناول اور بدمذہبوں کے رسالے بگڑی ہوئی توریت سے زیادہ

افضل ہیں۔ کہ ہم بالکل ہی احتیاط نہ کریں۔ خیال رکھو کہ دولت وہی محفوظ رکھ سکتا ہے جو چوروں سے دُور رہے۔ صحت وہی بچا سکتا ہے جو طاعونی علاقوں میں نہ جائے۔ ایسے ہی دولتِ ایمان وہ ہی محفوظ رکھ سکتا ہے۔ جو ایمان کے چوروں سے بچے۔ اور ان نالائقوں راہزنوں سے دُور ہی رہے۔

سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے۔ مت ہی تیری خالی ہے

شیخ سعدیؒ نے فرمایا۔

نگہدار د آں شوخ در کیسہ دُر | کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بُر

بہر حال زمانہ بڑا نازک اور ضرورت سے زیادہ ہوشیار و چالاک ہے۔ اسلئے دنیا میں ایام زندگی نہایت ہی احتیاط سے گذارنے چاہئے۔ اور ہمارا اکثر وقت صحبت صالحین اور بزرگانِ دین کی خدمت میں بسر ہونا چاہئے۔ تاکہ ہم ان چوروں راہزنوں سے اپنے ایمان اور اسلام کو بچا سکیں۔

وما علینا الا البلاغ

التجا بدرگاہِ سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم

ازکمترین غلامانِ غلام میاں خورشید محمدؒ صاحب سیالکوٹی

اللہ کرے مدینے جے گذر ہووے رج رج روضۂ تے روضۂ دیجالی ویکھاں
جاگن بھاگ جاں جالی نوں مار جھپا چہرہ چمکدا تے زُلف کالی ویکھاں
انا الحق پکار کے کراں مجرا دست ساقی وچہ جاں اوہ پیالی ویکھاں
پی کے پاک میخانہ وچ چڑھے مستی شان عشق وچہ روح بلالی ویکھاں
کھل جائے غنچۂ دِل گلاب وانگوں جدوں باغ جہان دا مالی ویکھاں
پھر کوئی نخل مرادِ دی حشر تیکن قسم ربّ دی نہ خُشک ڈالی ویکھاں
ہو جان وانگ کوہ طور منور بھاویں جھلک اک وادیِ طور والی ویکھاں
ویکھن چشم خورشید کلیم آوے جہدے نال صورت اللہ والی ویکھاں

نورانی ارشاداتِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

از محمد کرم الٰہی جنرل سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ۔ پاکستان

۱۔ فرمایا۔ افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔

۲۔ ارشاد فرمایا جس نے لا الہ الا اللہ کہا۔ وہ بہشت میں داخل ہوگا۔

ارشاد فرمایا جو کوئی دس مرتبہ لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہ الملک و لہ الحمد وھو علیٰ کل شیئٍ قدیر کہے۔ اس کو دس غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا۔ اور ایک صد نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں درج کی جاویں گی۔ اور وہ تمام دن شام تک شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ رہے گا۔ اور خدا کی پناہ میں رہے گا۔ اور اس شخص کے عمل سے بڑھکر کسی کا عمل نہیں ہے۔ سوائے اس شخص کے جس نے اس کلمہ کا زیادہ ورد کیا ہو۔

ارشاد فرمایا۔ کہ مندرجہ ذیل دو کلمے زبان پر ہلکے اور میزان میں بھاری ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ جلّ شانہٗ کے نزدیک نہایت ہی پیارے ہیں۔ سبحان اللہ و بحمدہٖ و سبحان اللہ العظیم۔

فرمایا۔ جو کوئی سبحان اللہ والحمد للہ و لا الہ الا اللہ واللہ اکبر و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھے۔ اس کے تمام گناہ بخشدیئے جائیں گے۔ خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

ارشاد فرمایا جو شخص ایک مرتبہ سبحان اللہ و بحمدہٖ کہے۔ اس کے لئے جنت میں ایک درخت لگا دیا جائیگا۔

فرمایا۔ جو شخص سو مرتبہ سبحان اللہ کہ لیا کریں۔ اس کے نامۂ اعمال میں ہزار نیکیاں لکھی جاویں گی۔ اور ہزار برائیاں محو کی جائیں گی۔

"تلاوت قرآن مجید"

ارشاد فرمایا۔ قرآن شریف کی تلاوت کیا کرو۔ قیامت کے دن قرآن پاک تلاوت کرنے والوں کی شفاعت کرنے یقیناً وہ آئیگا

ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے نزدیک قیامت کے دن قرآن شریف سے مرتبہ میں بڑھ کر اور کوئی شفیع نہ ہوگا نہ کوئی نبی نہ کوئی فرشتہ نہ کوئی اور شخص۔

ارشاد فرمایا۔ افضل عبادت تلاوت قرآن پاک ہے۔

فرمایا۔ تم میں سے بہتر وہ ہے۔ جو قرآن شریف سیکھے۔ اور سکھاوے۔

فرمایا۔ قرآن والے۔ اللہ والے اور اس کے خاص بندے ہیں

ارشاد فرمایا۔ کہ جس طرح لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دل بھی زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اور فرمایا کہ دل کو زنگ سے پاک کرنے اور اس کو جلا دینے کے لئے تلاوت قرآن پاک ہے اور یاد کرنا موت کا ہے۔

ارشاد فرمایا۔ جو کوئی قرآن شریف کا ایک حرف پڑھے اس کو ایک ایسی نیکی عطا کی جاتی ہے۔ جو دس نیکیوں کے برابر ہوتی ہے۔ یعنی الٓمّٓ کہنے سے تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

درود شریف

ارشاد فرمایا۔ کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے
اور کہا کہ اللہ تعالیٰ (آپ کو) فرماتا ہے۔ کہ کیا آپ اس
بات سے راضی نہیں۔ کہ جو کوئی آپ کی امّت سے آپ
پر ایک بار درود بھیجے۔ ہیں (اللہ تعالیٰ) اس پر دس
بار رحمت بھیجتا ہوں۔ اور جو کوئی امتی آپ پر ایک بار
اسلام بھیجے ہیں اس پر دس بار سلام بھیجتا ہوں۔
فرمایا۔ جو شخص مجھ پر درود بھیجے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے فرشتے
درود بھیجتے ہیں۔ جب تک کہ وہ مجھ پر درود پڑھتا رہے۔
پس چاہیئے کہ بندہ مجھ پر درود شریف بھیجنا اپنا ورد رکھے
حضرت ابی بن کعب نے عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ پر درود بہت بھیجوں
پس کس قدر مقرر کروں۔ وقت اس ورد سے جو میں نے
دعا کے لئے مقرر کیا ہے۔
ارشاد فرمایا۔ کہ جس قدر تم چاہو۔ اچھا ابن کعب رض نے عرض
کیا کہ چوتھائی حصہ وقت دعا سے صرف درود شریف پڑھنے
کے لئے مقرر کروں۔
ارشاد فرمایا۔ جس قدر تم چاہو۔ مگر تمہارے لئے بہتر یہ ہوگا
اگر تم اس سے بھی زیادہ وقت درود شریف کے لئے مقرر کرو۔
انہوں نے پھر عرض کی۔ کہ آدھا وقت۔ آپ نے پھر ارشاد
فرمایا۔ کہ جس قدر تم چاہو۔ مگر اگر زیادہ کرو۔ تو تمہارے
لئے بہتر ہوگا۔ عرض کیا۔ کہ دو تہائی وقت دعا و ورد آپ
کے ذات اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود شریف پڑھنے میں
ہی صرف کردوں گا۔
ارشاد فرمایا۔ کہ جس قدر چاہیئے۔ مگر زیادہ کرنا تمہارے
واسطے بہتر ہوگا۔ تب عرض کیا۔ کہ تمام وقت صرف حضور
کی ذات الصفات پر درود شریف ہی بھیجنے میں صرف کروں
گا۔ تو ارشاد فرمایا۔ کہ تمہاری نجات کے لئے کافی ہے۔
اور دنیا و آخرت کے تمام مقاصد تم کو عطا کئے جائیں گے
ارشاد فرمایا۔ آدمیوں سے مجھ سے قریب تر وہ ہوگا۔ جو مجھ
پر کثرت سے درود شریف پڑھتا ہوگا۔
فرمایا۔ ایماندار کے لئے اتنا ہی بخل بہت ہے۔ کہ جب
اس کے سامنے میرا نام لیا جاوے اور وہ مجھ پر درود نہ
پڑھے۔
ارشاد فرمایا۔ کہ وہ شخص خوار ہو۔ کہ اس کے پاس میرا نام
لیا جاوے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔
ارشاد فرمایا۔ جو کوئی مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ
اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔
ارشاد فرمایا۔ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو۔
ارشاد فرمایا۔ کہ کچھ فرشتے زمین پر پھرتے رہتے ہیں۔ وہ میری
امت کا سلام مجھ پر پہنچاتے رہتے ہیں۔
ارشاد فرمایا۔ کہ جو شخص لکھنے میں مجھ پر درود پڑھے۔ تو فرشتے
اس کے لئے مغفرت چاہیں گے۔ جب تک میرا نام اس کتاب
میں رہے گا۔

صفائی اور طہارت

ارشاد فرمایا دین ستھرائی پر بنایا گیا ہے۔
فرمایا۔ طہارت نصف ایمان ہے۔
فرمایا۔ طاہر مثل صائم کے ہے۔
فرمایا۔ رزق حلال طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔
فرمایا۔ جو شخص روزی حلال کما کر اپنے اہل وعیال کو کھلاوے
وہ ایسا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے راہ میں جہاد کرتا ہے
اور جو شخص دنیا کو بوجہ حلال پارسائی کے ساتھ طلب
کرے۔ وہ قیامت کے دن شہیدوں کے درجہ میں ہوگا

فرمایا۔ جو شخص چالیس روز حلال کھاتا ہے۔ اللہ اس کے دل میں روشنی کر دیتا ہے۔ اور اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان سے جاری کرتا ہے۔

فرمایا۔ اپنی غذا پاک اور حلال کر۔ کہ تیری دعا قبول ہوگی

ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ بیت المقدس پر ہر رات پکارتا ہے۔ کہ جو شخص حرام کھا دے گا اس کا فرض و نفل کچھ مقبول نہ ہوگا۔

فرمایا۔ جو شخص دس درم کو ایک کپڑا مول لے۔ اور ان میں ایک درم حرام کا ہے۔ تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا۔ اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہ کرے گا۔

فرمایا۔ جو گوشت کہ حرام روزی کھا کر بڑھے وہ دوزخ کے شایاں ہے۔

فرمایا۔ جو شخص اس بات کی پرواہ نہیں کرتا۔ کہ مال کہاں سے کماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی پرواہ نہ کرے گا۔ کہ کہاں سے دوزخ میں داخل کرے گا۔

فرمایا۔ عبادت کے دس جز ہیں۔ طلب حلال اول ہے۔

فرمایا۔ جو شخص طلب حلال میں تھک کر شام کریں۔ تو اس حال میں رات کو اس کے تمام گناہ بخشے جاویں گے۔ اور صبح جب اٹھیگا۔ تو اللہ اس سے راضی ہوگا۔

فرمایا۔ جو شخص گناہ سے مال پیدا کرے۔ پھر اس سے صلہ رحم کرے یا صدقہ کرے۔ یا اللہ کے راہ میں خرچ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ ان سب خرچوں کو اکٹھا کر کے دوزخ میں ڈال دیگا۔

رُباعیات

از مولانا الحاج حضرت محمد اللہ دتا صاحب گنجاہی
خلیفہ سرکار علی پوری مد ظلہ العالی۔

(۱)
روزی مہمان اپنی کھاتا ہے
اور مشکور ہو کے جاتا ہے
میزباں پر شکرِ حق واجب
یہ کھلاتا، اور وہ کھاتا ہے

(۲)
دینے والا بھی اُس کا بندہ ہے
لینے والا بھی اُس کا بندہ ہے
خود ہی پروردگار ہے سب کا
اک وسیلہ کار کھا دھندا ہے

(۳)
دینے والے کو شرف حاصل ہے
لینے والے کو شرف حاصل ہے
پہلا خادم ہے دوسرا مخدوم
وہ تو عامل ہے اور یہ کامل ہے

طالبِ کنجِ اہی بدرگاہِ الٰہی

اپنی پناہ میں لے اور اپنا ہی بنا لے — دُنیا کے مخمصوں سے اے رب مجھے چھڑا لے

مٹی کا بُت بنایا اور رُوح اپنی ڈالی — علمِ الٰہی کے بھر بھر بھر دیئے پیالے

جنّت کو گھر بنایا۔ پھل کو نشانہ کھایا — پہنائے مجھ کو برسوں ہیں جنتی دوشالے

مسجودِ کل ملائک اور اشرف الخلائق — خلقَ لکم[1] سے میرے رب مجھ کیا حوالے

اپنے لئے بنایا تو نے مجھے خدایا — اِلّا لِیَعبُدُون[2] کے مجھ سے لئے قبالے

اے کاش! ذمہ داری ہیں اک خدائی ساری — میں ہوتا نہ یہ ہوتی اے رب مجھے بچا لے

تیرا ہی ہوں میں بندہ تو نے کیا ہے پیدا — اپنوں کو کون کرتا ہے غیر کے حوالے

نہ کوئی جستجو ہے نہ کوئی آرزو ہے — اور نہ میں مانگتا ہوں جنت کے تر نوالے

میں ہوں تیری طلب ہو دل ہو تیری تڑپ ہو — رگ رگ میں تو ہی تو ہو کون اور مجھے سنبھالے

آنکھوں میں نور تیرا۔ دل میں ظہور تیرا — تسکین بخشِ جاں ہوں جلوے تیرے نرالے

طالب نہ ہو تمہارا۔ ظالم ہے وہ ناکارہ
مٹتے ہیں تم پہ وہ جو بندے ہیں بھولے بھالے

[1] ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔ پ ۱ ع ۳۔ (اللہ وہ پاک ذات ہے۔ جس نے جو کچھ زمین میں موجود ہے سب کا سب تمہارے لئے پیدا کیا) [2] وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ پ ۲۷ ع ۲۔ اور میں نے جن اور انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں

السعید من وعظ بغیرہ

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ طالب خیریت بخیریت۔ محبت نامہ شرف صدور لاکر کاشف حالات ہوا۔ خدا کرے ان کورسوں کی دوڑ (تگ و دو) میں آپ اول نمبر پر رہیں آمین۔ آپ کی مذہبی کوشش کا شکریہ جو رمضان شریف میں نماز تراویح کے لئے کی گئی۔ لیکن جس انداز میں نیک کام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس نے اس کے اصلی حسن وخوبی کو بحال نہیں رہنے دیا۔ یہ کیا فخر کی بات ہے۔ کہ "چند ایک بندہ جیسے داڑھی منڈوں کی محنت کا نتیجہ تھا" اگر آپ کی اور آپ کے ساتھ کوشش کرنے والوں کی داڑھی مسنونہ ہوتی۔ تو کیا کام آپ لوگوں سے نہ ہو سکتا تھا۔ اس طرز بیان سے داڑھی منڈانے کا جواز تلاش کیا گیا ہے۔ غالباً آپ لوگوں کو آج تک معلوم ہی نہیں ہو سکا۔ کہ داڑھی کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ اور یہ کہ امام الانبیاء والمرسلین۔ محبوب رب العالمین۔ سید الاولین والآخرین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کو کیا اہمیت دی ہے۔ سنئے اور مومنوں کی طرح خدا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات سے اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔ ساتھ ہی یاد رہے۔ کہ محب وعاشق (مومن)، کو اپنے محبوب ومعشوق (مومن بہ) کی ہر ادا پیاری ومحبوب ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ محبوب کا حکم۔ حکم ہی نہ سمجھا جائے۔ اس سے پہلو تہی کرنے کے لئے بہانے تلاش کئے جائیں۔ اور پھر بھی اپنے آپ کو محب۔ (پکا مومن) سمجھا جائے۔ سبحان اللہ کیا خوش فہمی ہے۔ مختلف کتابوں میں تقریباً سات حدیثیں آئی ہیں جس میں داڑھی بڑھانے اور مونچھوں کو کترانے کا حکم ہے۔ اور آیۃ کریمہ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ ہمارے محبوب اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے مگر وہی جو ان پر وحی کیا جاتا ہے کے مطابق بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی جانتے اور مانتے ہوں گے۔ اور آیت کریمہ وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ جو رسول کی اطاعت کرتا ہے۔ وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ یعنی جو مطیع رسول نہیں خدا اس کو اپنا مطیع قرار نہیں دیتا۔ "جو تیرا نہیں وہ میرا نہیں"۔ کے ماتحت حضور کا فرمان خدا کا فرمان ہے اس میں بھی کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ بخاری شریف میں ہے۔ "تم مشرکین کی مخالفت میں داڑھی بڑھایا کرو اور مونچھیں کٹایا کرو"۔ اگر اس حدیث میں مشرکین کی مخالفت کے الفاظ نہ بھی ہوتے۔ جب بھی سات بار کی تکرار اس کی اہمیت کے لئے کافی تھی۔ تاہم موجودہ عاشقانِ فیشن کفار وفرنگ کی خاطر گوارا کر لیا جا سکتا ہے۔ کہ عام حکم ہے۔ کوئی رکھے تو اچھا نہ رکھے تو بھی خیر۔ مگر مشرکین مخالفت کے الفاظ سے صاف مترشح ہے۔ کہ یہ علامت متمیزہ اسلامیہ سے ہے۔ اور تمیز کے لئے ناگزیر ہے۔ پس ان کا یہ کہنا کہ کیا داڑھی میں اسلام دھرا ہے۔ وغیرہ من الفرقان کیا وقعت رکھتا ہے۔

اس حدیث کی رو سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ جس طرح ہر قوم اور
ملک نے اپنی یونیفارمئی کے لئے الگ الگ یونیفارم
اور وردیاں تجویز کر رکھی ہیں۔ اسی طرح شارع علیہ السلام نے
داڑھی کو مسلمانوں اور کافروں میں امتیاز کے لئے اسلامی
شعار قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئمہ مجتہدین نے ان آیات
و احادیث پر غور فرما کر داڑھی مونڈنا اور شرعی حد سے کم کرنا
حرام قرار دیا ہے۔ جس کا مرتکب شرعی اصطلاح میں فاسق کہلاتا
ہے۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ داڑھی رکھنا محض ایک سنت ہے۔
کوئی فرض واجب تھوڑا ہی ہے۔ کہ اسلام میں فتور آ جائے۔
حالانکہ "داڑھی سنت ہے" میں سنت سے مراد وہ مقام
نہیں۔ جو نماز میں فرض اور واجب کے مقابل میں آتا ہے۔
بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ
دستور۔ چال چلن اور معمول یہ شرعی احکام میں بدرجہ واجب
کے ہے۔ اور سنت محض ہوتا۔ تو اس کے خلاف کرنا حرام نہ
ہوتا۔ اور نہ اس کا خلاف کرنے والا فاسق قرار دیا جاتا۔ مثلاً
نماز میں اگر کسی سنت کا ترک ہو جائے نہ تارک فاسق ہوتا
ہے اور نہ ہی اُسے سجدہ سہو کرنا پڑتا ہے۔ بخلاف واجب
کے کہ سہواً اس کا تارک بھی سجدہ سہو کرے گا۔ ورنہ نماز درست
نہ ہوگی۔ اور ترک بالعمد فسق کا مترادف ہوگا۔

احکام شرعیہ کی دو قسمیں ہیں۔ اوامر اور نواہی۔ پھر اُن کی
الگ الگ چار چار قسمیں ہیں۔ یعنی کل آٹھ قسمیں ہیں۔ کوئی
شرعی حکم ان آٹھ سے باہر نہیں ہوگا۔ اوامر فرض[1]۔ واجب[2]
سنت[3] (موکدہ) نفل[4]۔ نواہی میں حرام[1]۔ مکروہ تحریمی[2]۔
(قریباً حرام) مکروہ تنزیہی[3]۔ مباح[4] جس کی مختصر تشریح اوپر
سطور میں آچکی ہے۔

دوسرے اگر داڑھی منڈانے والوں کے خیال کو درست
بھی مان لیا جائے۔ کہ داڑھی رکھنا بھی ویسا ہی سنت ہے۔
جیسا کہ نماز میں فرض و واجب کے مقابلہ میں الگ سنتیں پڑھی
جاتی ہیں۔ تو اگر اُنہی سے پوچھا جائے۔ کہ آپ میں سے کتنے
نمازی ہیں۔ جو صرف فرض پڑھ کر چلے آتے ہوں باقی نوافل اور
سنن نہ پڑھتے ہوں تو یقیناً صرف ایک بھی ایسا نہ نکلے گا۔
اب انصاف شرط ہے۔ جب خالی نماز فرض پڑھنے سے نماز
مکمل نہیں سمجھی جاتی بلکہ ہر نمازی سنت ضرور ادا کرتا ہے۔
اور نیت کرتے وقت کہتا ہے کہ اتنی رکعت سنت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ تو پھر اس شعار اسلام (داڑھی)
جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور حکم میں واجب
ہے چھوڑ کر کیوں کفار و فرنگ کی سنت کو اختیار کیا ہے۔
اور حدیث پاک مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ (جو کسی
قوم کی شکل و شباہت اختیار کرے۔ وہ انہی میں سے
سمجھا جائے گا۔ کی وعید شدید کا کیوں خیال نہیں کیا جاتا۔
صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی اطاعت فرض واجب نہیں۔ ہم آزاد ہیں جس حکم کو چاہا
مان لیا جس کو چاہا۔ معاذ اللہ ترک کر دیا۔ یہ ہے وہ اسلام
جو آجکل کے انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ اور نقالان فرنگ
(گستاخی معاف) لئے پھرتے ہیں۔ یاد رہے۔ کہ اطیعوا
اللہ و اطیعوا الرسول کے ماتحت جس طرح خدا تعالےٰ کا
حکم ماننا فرض ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا حکم ماننا بھی فرض ہے۔ تفصیل کی گنجائش نہیں۔ ورنہ
معلوم ہو جاتا اور کان کھل جاتے۔ کہ مومن کو جس کی
شان والذین امنوا اشد حبا للہ (قرآن کریم) اور
لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہٖ
ووالدہٖ والناس اجمعین (حدیث بخاری) میں وارد
ہے۔ اور لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

کی تعمیل میں اسوہ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صورتاً وسیرتاً اختیار کرنے کے بغیر چارہ ہی نہیں۔ اگر کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت وسیرت محبوب ومطلوب نہیں اور وہ اس کو اختیار نہیں کرتا۔ یا اُسے پسند نہیں کرتا۔ تو وہ اپنے ایمان کی خیر منائے۔ کیونکہ یہ منافی ایمان ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا محب دیکھا ہے جس کو اپنے محبوب کی شکل وصورت پیاری نہ ہو۔ اور اس کی پرواہ نہ کرتا ہو۔

عزیزمن یہ فخر کا مقام نہیں۔ بلکہ اپنی کمزوری اور لغزش پر رونے کا مقام ہے۔ جس سے توبہ کرنا اور حق سے معافی مانگنا واجب ہے۔ اور پھر کمزوری بھی ایسی کہ محب محبوب کی ادا کو پسند نہ کرے۔ بجائے فناہ فی المحبوب ہونے کے اس کے حکم وفعل سے نفرت کرے۔ اور اس کے دشمنوں کے طریقہ کو پسند کرے اور اختیار کرنے میں فخر سمجھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کو پیش نظر رکھکر ذرا ٹھنڈے دل سے غور کریں اور چند بار اس کو پڑھیں۔ شاید سمجھ میں آجائے۔ اور حق واضح ہو جائے۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّالْبَاطِلَ بَاطِلًا۔ آمین۔

قسط نہم

از راقم فقیر محمد اللہ دتا طالب از کنجاہ

پیران عظام و اولیائے کرام کثرہم اللہ تعالیٰ کا تعارف شروع کرتے وقت وعدہ کیا گیا تھا۔ کہ ان کی مختصر آنشان اور جان پہچان بیان کرنے کے بعد ضرورت شیخ پر بھی کچھ حسب ضرورت لکھا جاوے گا۔ آج اس وعدہ کو ایفا کیا جاتا ہے۔

۱۔ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔ پ ۱ ع ۳

وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے سب کا سب تمہارے فائدہ کے لئے پیدا کیا۔" فائدہ خواہ کسی قسم کا ہو۔ کھانے کا۔ پینے کا۔ پہننے کا۔ برتنے کا۔ نگاہ کو تازگی۔ نفس یا روح کو حظ دینے کا۔ کسی چیز کو دیکھ کر صحیح علم حاصل کرنے کا۔ الغرض جو کچھ زمین میں پیدا کیا گیا ہے سب کا سب ہمارے فائدے اور کام میں لانے کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ انعام عام ہے۔ کہ جب جس چیز کی ہمیں حاجت اور ضرورت پڑتی تھی۔ وہ سب کی سب ہمارے لئے پیدا فرمادیں۔ بالفاظ دیگر کوئی چیز بے فائدہ و بیکار اور بے ضرورت پیدا نہیں کی۔ چونکہ انعام الٰہی کا قبول نہ کرنا کفران نعمت (ناشکری) ہے۔ جیسا کہ اس سے اوپر والی آیت کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ الخ (تم بھلا کیوں کر ناسپاسی کرتے ہو اللہ کے ساتھ حالانکہ تم محض بے جان تھے۔ سو تم کو جاندار کیا۔ پھر تم کو مارینگے۔ پھر زندہ کرینگے پھر ان (واللہ) ہی کے پاس لے جائے جاؤ گے) میں اس سے پہلے بیان کردہ انعام و احسان جتلا کر فرماتے ہیں۔ کہ اتنے دلائل کے ہوتے ہوئے تم کیسے ناشکری کر سکتے ہو۔

"کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ" کے الفاظ پاک سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے انعام کو قبول نہ کرنا کفر ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جو لوگ انبیاء علیہم السلام پر ایمان نہ لائے۔ اُن سے مستفید اور مستفیض نہ ہوئے۔ وہ قرآن مجید کی زبان میں کافر کہلائے۔ اس میں شک نہیں کہ فقہائے کرام نے "خَلَقَ لَکُمْ" سے استدلال کیا ہے۔ کہ تمام پیدا شدہ چیزیں اصل میں مطلقاً" مباح ہیں۔ اور عوارض لاحقہ (نفع و ضرر وغیرہ) کی وجہ سے دوسرے حکم مثل حلال۔ حرام اور مکروہ وغیرہ لگائے گئے ہیں۔ اسی طرح احکام الٰہیہ میں فرض۔ واجب و سُنت کے مدارج ان کی اہمیت و ضرورت کے کم و بیش ہونے کے لحاظ سے مقرر کئے گئے ہیں۔ چونکہ انسان کی پیدائش کی غرض و غایت ہی عبادت و معرفت الٰہی قرآن مجید میں بیان فرمائی گئی ہے۔ (وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ۔ میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے۔ کہ وہ میری عبادت کیا کریں۔ (یا معرفت حاصل کریں) پ۲۷ ع۲۔ اس لئے سلسلہ رشد و ہدایت کو اہم ترین قرار دیتے ہوئے اس کے حصول کو فرض قرار دیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے وجود پاک محکمہ رشد و ہدائیت کی اسی اہم ضرورت کو پورا کرنے کے لئے پیدا فرمائے گئے۔ جو واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت عظمیٰ تھے۔ جن خوش نصیب لوگوں نے "ضرورت نبی" کا احساس کیا۔ اُن پر ایمان لائے۔ اور احکام الٰہی میں اُن کی پیروی کی۔ وہ مومن اور مسلمان کہلائے۔ اور جنت کے حقدار ٹھیرائے گئے۔ اور دنیا میں بھی حکومت و خلافت اور کفار پر غالب رہنے کا وعدہ انہی کو دیا گیا۔ آیت مذکورہ سے اگلی آیت سے اللہ تعالےٰ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا قصہ شروع فرماتے ہیں۔ جس میں محکمہ رشد و ہدائیت کی داغ بیل ڈالی گئی ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ آدمی کی اصلاح بھی آدمی ہی سے ہو سکتی ہے۔ اور انسان کی کامل اصلاح انسان ہی کر سکتا ہے۔ کیونکہ مُصلح کے لئے علم کی ضرورت ہے۔ اور جس خاص علم کی ضرورت ہے۔ وہ ملائکہ کی استعداد سے خارج ہے۔ نیز احوال بشریہ سے جس قدر بشر واقف ہو سکتا ہے۔ ملائکہ ہرگز واقف نہیں ہو سکتے۔ اور مصلح کو اپنی جماعت کے احوال متعلقہ سے پوری واقفیت ہونا ضروری ہے۔ اور اس واقفیت کے لئے اُن سے اختلاط کی ضرورت ہے۔ اور بقول "اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ (جنس اپنی جنس کی طرف میلانِ طبع اور محبت رکھتی ہے)۔ یہ اختلاط ہم جنس ہونے کی وجہ سے آسان اور حصول فیض و برکات کے لئے کامل ترین ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرشتوں کو مخاطب فرماکر" اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً کا ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ ضرور میں زمین میں ایک نائب بناؤنگا۔ یعنی وہ میرا نائب ہوگا۔ اور اپنے احکام شرعیہ کے اجرا کا کام اس کے سپرد کروں گا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر تمام موجودات روئے زمین کے اسماء و خواص و آثار کا علم دے دیا۔ پھر فرشتوں کے سامنے وہ چیزیں پیش کر کے فرمایا کہ مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ فرشتوں نے عدم علمیت کا اظہار کیا اور کہا تو پاک ہے ہم کو علم نہیں مگر اتنا جتنا آپ نے ہمیں دیا ہے۔ پھر آدم علیہ السلام سے فرمایا۔ کہ تم ان کو ان چیزوں کے اسماء بتادو۔ جب آدم علیہ السلام نے ان کو ان چیزوں کے نام بتا دیئے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا۔ کہ آدم کے سامنے سجدہ میں گر جاؤ۔ سوائے ابلیس سب سجدے میں گر پڑے۔ اس نے کہنا نہ مانا۔ غرور میں آگیا اور کافروں میں سے ہوگیا۔ ملخصاً" آگے

حضرت آدم علیہ السلام اپنی نسل سے پیدا ہونیوالی اولاد (آدمیوں) کے لئے ہادی (نبی و رسول) تھے۔ اور اُن میں شرعی احکام کا اجرا فرمانے والے تھے۔ لیکن فرشتوں کے سامنے جوان کے خلیفۃ اللہ (نائب حق) اور ماہر علوم اور واقف اسرارِ ربانی (پیر کامل) ہونے کا مظاہرہ کیا گیا۔ پھر ان مسترشدین سے اس مرشدِ کامل کو سجدۂ (تعظیمی) کرایا گیا۔ خاص طور پر قابل غور ہے۔ (جملہ معرفہ)

آجکل جو لوگ مصلحین قوم (اولیائے عظام و پیران کرام) سے محض اس لئے بغض، حسد اور عداوت رکھتے ہیں۔ کہ یہ حضرات محض اللہ تعالےٰ کی رضامندی اور خوشنودی کے لئے توکلاً علی اللہ اصلاح قوم کا کام کرتے ہیں۔ اور اسی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں۔ اور اس کام کے معاوضہ میں نہ تو ماہوار تنخواہیں مقرر کرتے ہیں نہ سالانہ۔ اور نہ کسی کے آگے سوائے حق تعالےٰ کے دستِ سوال دراز کرتے ہیں۔ طالبانِ رشد و ہدائیت جوق درجوق ان کی خدمت میں آتے اور اپنی اپنی قسمت و استعداد کے مطابق فیض حاصل کرتے ہیں۔ اگر کوئی طالب خوشی سے ان کی کوئی خدمت کرتا ہے تو قبول فرما لیتے ہیں۔ اور اس قبول فرمانے میں بھی خدمت کرنے والے طالبین کا فائدہ مدِ نظر ہوتا ہے۔ چنانچہ صاحب مفتاح العلوم جلد ۱۰ ص ۱۹۰ "چاکری خواہند از اہل جہاں" کی شرح میں لکھتے ہیں "کہ ان عارفین کاملین سے فیض حاصل کرنے کے لئے صرف یہی کافی نہیں کہ اُن کی باتیں غور و توجہ سے سُن لیں۔ اور بس۔ بلکہ ان کی خدمت بھی کرنی چاہئے۔ ان کو اپنی خدمت پسند ہے۔ اور جو طالب ان کی خدمت گذاری اور رضاجوئی کا خیال رکھے اس سے وہ خوش ہوتے ہیں۔ اور کاملین کا کسی پر خوش ہونا فیض پہنچنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ مجددی سرہندی اپنے کسی خلیفے کو فرماتے ہیں "مسترشدان را بوظائفِ طاعات و اذکار سرگرم وارند۔ و باقیان خدمات و رعایتِ آداب ترغیب کنند و معطل نگذارند۔ امید کہ از نسبت بزرگان بہرہ یابند" (طالبانِ رشد و ہدایت یعنی مریدوں کو مختلف عبادتوں اور ذکر۔ اذکار کے وظیفوں میں سرگرم رکھیں۔ اور خدمات کرنے اور آداب بجا لانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور ان کو بیکار نہ رہنے دیں۔ امید ہے کہ ایسا کرنے سے بزرگوں کی نسبت سے حصہ پائیں گے۔) اس سے ظاہر ہے کہ خدام سلسلہ طریقت کی تربیت کے جو اصول بزرگانِ کاملین نے تجویز کئے ہیں۔ ان میں سے ایک خدمت بھی ہے۔ جس سے خود مریدوں اور طالبوں کی اصلاح و تربیت مقصود ہے نہ کہ اپنی عیش و راحت۔ سعدیؒ ؎

منّت منہ کہ خدمتِ سلطاں ہمی کنم
منّت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

احسان نہ رکھ (کر) کہ بادشاہ کی خدمت کرتا ہوں۔ بلکہ تو اس کا احسان جان اور مان لے کہ تجھے خدمت کرنے پر قبول کیا) ایک مرتبہ راقم کے سامنے ایک تنگی الطبع شخص نے کہا کہ میں اکثر دیکھتا ہوں کہ یہ پیر لوگ اپنے مریدوں پر فرمائشوں کے بار ڈالتے رہتے ہیں۔ میں نے کہا۔ ہاں درست ہے۔ مگر اس میں خاص راز ہے۔ جس کو تم لوگ نہیں سمجھتے۔ یعنی اس امر یا خدمت میں شیخ کی کوئی ذاتی غرض مرکوز نہیں ہوتی۔ بلکہ اس سے مرید ہی کی تربیتِ باطن مقصود ہوتی ہے۔ شیخ کے حوائج (حاجتوں) کا کفیل اللہ تعالیٰ ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ (اور وہ (خدا) نیک اور صالح لوگوں کا مربی اور محافظ ہے) پس شیخ مرید کی خدمت کا محتاج نہیں۔ بلکہ مرید شیخ کی تربیت کا محتاج ہے۔ جب نیچ اور

جس طریق سے اس کے باطن کی اصلاح کرتا ہے کرے۔
جس کی قبیل (قسم) سے ایک خدمت بھی ہے۔ اور اس سے
شیخ مرید ہی کے فائدے کے لئے کام لیتا ہے۔ مولانا کے
قول "چاکری خواہند از اہل جہاں" کے متعلق جو شبہ وارد
ہوتا تھا۔ کہ اہل اللہ کا لوگوں سے چاکری چاہنا اور ان سے
مختلف خدمات لینا خود غرضی اور راحت پسندی کی بنا پر
ہے۔ الحمد للہ کہ وہ رفع ہو گیا۔ آگے شیخ کی خدمت وادب
سے ٹلنے اور اس کو بار سمجھنے والوں کی محرومی کا ذکر فرماتے
ہیں۔" (از مفتاح العلوم) فقیر راقم مضمون نے جو مشاہدہ
اپنے بزرگان طریقت کی خدمت میں رہ کر کیا ہے اس بنا
پر لکھا جاتا ہے۔ کہ کئی لوگ ایسے حاضر ہوتے ہیں۔ جو اپنا
کام پورا کرا کر چلے جاتے ہیں۔ کسی قسم کی کوئی خدمت نہیں
کرتے۔ تو ایسے لوگوں سے نہ کچھ مانگا جاتا ہے نہ سوال
کیا جاتا ہے۔ پھر بھی اسباق و وظائفِ سلوک میں اور
ان کی دیگر حاجات کے پورا کرنے میں کسی قسم کا دریغ نہیں
کیا جاتا۔ اب کون ناشکرا ہے جو ان مقدس ہستیوں کے
ہاتھ اور پاؤں نہ چومے۔ ان پر قربان نہ جائے۔ اور ان
کی تعظیم و آداب بجا نہ لائے۔ حضرت آدم علیہ السلام
کی تعظیم کے منکر اور اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ (میں اس سے بہتر
اور افضل ہوں)، کی شیخی بگھارنے والے سے روحانی
تعلق یا نسبت رکھنے والے آج بھی جب یہ دیکھتے ہیں
تو جل مرتے ہیں۔ اور ع ہیچو ما دیگرے (ڈونگرے) نیست،
کے زعم باطل میں ان سعادت مند طالبانِ فیض پر شرک
اور بدعت کے فتوے لگائے اور ان پاک اور مقدس
ہستیوں پر بھی جن کے وجود با وجود ہی اللہ تعالےٰ نے
رشد و ہدایت کے لئے پیدا کئے ہیں۔ بدعتی، مشرک مفت
خورے، زبر عکس نہند نامِ زنگی کافور کالے کا نام گورا)
وغیرہ وغیرہ کے آوازے کستے اور اپنی عاقبت خراب کر لیتے
ہیں۔

سکولوں کے ٹیچر و ماسٹر اور کالجوں کے پروفیسر پڑھانے
کے معاوضہ میں معقول ماہوار تنخواہیں پائیں۔ تو قابلِ شکریہ!
ڈاکٹر۔ وکیل اور بیرسٹر حسب منشا فیس اور معاوضہ پہلے مقرر
کر کے کام کریں۔ کسی کو فائدہ ہو یا نقصان تو بیماروں اور
غریبوں کے خیر خواہ! قابلِ احترام! حکومت کے تمام محکموں
کے ملازمین اور حکام حیثیت سے بڑھکر تنخواہیں وصول
کریں۔ تو ملک و ملت کے خادم قابلِ تعظیم! ان کے کام
درست۔ پیشے جائز اور روزی حلال! اور اگر انبیاء علیہم
السلام کے وارث اور نائب۔ گمراہوں کو باذن اللہ راہِ
حق دکھانے والے شب و روز رشد و ہدایت کا کام کرنے
والے۔ اسلام اور مسلمانوں کے سچے خادم بغیر تنخواہ و
مشاہرے مقرر کئے۔ بغیر مانگے اور دستِ سوال دراز
کئے توکلاً علی اللہ سنتِ انبیاء علیہم السلام پر چل کر مفت
بھی دین و ملت کی خدمت کریں۔ تو مفت خورے کہلائیں
اور گردن زدنی قرار پائیں۔ سبحان اللہ! کیا انصاف ہے؟
جو لوگ اپنے بزرگوں اور مصلحین (انبیاء علیہم السلام
ہوں کہ اولیائے کرام) کے ساتھ اس قسم کا نادرست۔
ناجائز۔ غیر مہذب اور سفیہانہ سلوک کرتے اور روا رکھتے
ہیں۔ وہ قرآن مجید میں اپنا فال دیکھ لیں۔ اگر فرصت
دیکھنے کی نہیں تو ایک دو آیات فقیر ہی بطور مشتے نمونہ
از خروارے (نمونہ) کے لکھ دیتا ہے۔ شائد کسی سعید
روح کو نفع پہنچے۔ اور وہ فقیر کو دعائے خیر سے یاد کرے۔

پ سورۂ انعام ع ۳۴۔ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِکُمْ
رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ وَیُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَآءَ
یَوْمِکُمْ ھٰذَا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓی اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوۃُ

الدُّنْیَا وَشَهِدُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ کَانُوْا کَافِرِیْنَ۔ اے جماعت جنات اور انسانوں کی کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے۔ جو تم سے میرے احکام بیان کرتے تھے۔ اور تم کو اس آج کے دن کی خبر دیا کرتے تھے۔ وہ سب عرض کرینگے کہ ہم اپنے اوپر (جرم کا) اقرار کرتے ہیں۔ اور ان کو دنیوی زندگانی نے بھول میں ڈال رکھا ہے۔ اور یہ لوگ مقر ہوں گے۔ کہ وہ کافر تھے۔

(۲) پ انعام ع ۱۱۔ وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا یَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ۝ اور جو لوگ ہماری آیتوں (احکام) کو جھوٹا بتلادیں۔ ان کو عذاب لگتا ہے۔ بوجہ اس کے کہ وہ دائرہ (ایمان) سے نکلتے ہیں۔

(۳) وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَکَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ اور ان کے پاس اُن ہی میں کا ایک رسول بھی آیا۔ سو اس کو بھی انہوں نے جھٹلایا (جھوٹا بتایا) تب ان کو عذاب الہی نے پکڑ لیا۔ حالانکہ وہ (ایسا کرنے یعنی جھٹلانے میں ظلم کر رہے تھے) ظالم تھے۔ پ ۱۴ النحل ع ۲۱ + (۴) پ ۱۵ بنی اسرائیل (۵) وَاِذْ هُمْ نَجْوٰۤی اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ کَیْفَ ضَرَبُوْا لَکَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ۝ اور جس وقت یہ لوگ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں جبکہ یہ ظالم یوں کہتے ہیں۔ کہ تم لوگ محض ایسے شخص کی اتباع کر رہے ہو۔ جس پر جادو کا اثر ہو گیا ہے۔ آپ دیکھئے تو یہ لوگ آپ کے لئے کیسی کیسی مثالیں (القاب) تجویز کرتے ہیں۔ سو یہ لوگ (ایسا کرنے کے سبب) گمراہ ہو گئے۔ اور راستہ نہیں پا سکتے۔ کیونکہ ایسے امور سے استعداد ضائع ہو جاتی ہے۔ غرض ہدایت (قرآن) کے ساتھ استہزا ہادی (رسول) کے ساتھ بھی استہزا۔ اس سے بڑھ کر

کیا ضلالت (گمراہی ہوگی) یہ ٹھیک ہے کہ نبی یا رسول کے ساتھ گستاخی۔ بے ادبی! استہزا وغیرہ کرنا کفر ہے۔ اولیاء کے ساتھ کفر نہیں۔ لیکن فسق اور ضلالت سے کم بھی نہیں۔ کیونکہ دونو حالتوں میں ہدایت کا انکار ہے۔ انبیاء علیہم السلام خدا (کتاب الہی) کے حکم سے بندوں کو خدا کی طرف دعوت دیتے اور بلاتے ہیں۔ اور اُن کے (انبیاء کے) نائب اور خلیفے (اولیائے کرام و پیرانِ عظام) اپنے انبیاء کے حکم سے یہی کام کرتے (بندوں کو خدا کی طرف بلاتے) ہیں جیسا کہ آیت قرآن وحدیث بخاری میں آگے آتا ہے۔ جو لوگ ضرورتِ نبی اور ضرورتِ شیخ (پیر و مرشد) میں فرق کرتے ہیں یعنی انبیاء علیہم السلام کی ضرورت کے تو قائل ہیں۔ کہ وہ رشد وہدایت و وصول الی الحق کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں۔ لیکن اولیائے کرام و پیرانِ عظام کے پاس آنا جانا۔ اُن کی صحبت میں رہنا اور وصول الی الحق کے لئے اُن سے بیعت کرنا ضروری نہیں جانتے۔ اور کہتے ہیں کہ کتاب اور سنت (قرآن مجید وحدیث شریف) کی موجودگی میں کسی پیر فقیر کی ضرورت نہیں۔ وہ انصاف سے غور کریں اور دیکھیں کہ وہ ضرورتِ پیر کے انکار میں ضرورتِ نبی کا انکار تو نہیں کر رہے؟ اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِهٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِهٖ۔ شیخ (پیر و مرشد) اپنی قوم (مریدوں۔ مسترشدوں) میں ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ نبی اپنی امت میں۔ اور یہی معنی ہیں۔ حدیث صحیح عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ کے۔ یعنی میری امت کے علمائے (حقانی انبیاء علیہم السلام کے علوم ظاہری و باطنی کی وراثت پانے والے) اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ میرے بعد رشد وہدایت کا وہی کام کریں گے۔ جو بنی اسرائیل کے نبی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ تجرید بخاری کتاب انبیاء پیدائش میں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ نبی اسرائیل کے احوال کی درستی انبیاء کرتے رہتے تھے۔ جب کوئی نبی فوت ہو جاتا۔ تو اس کے قائم مقام دوسرا ہو جاتا۔ اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ البتہ خلفاء ضرور ہوں گے۔ اور بکثرت ہوں گے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ پھر آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اُن کی تابعداری کرنا اور اُن کے حقوق ادا کرنا۔ کیونکہ اُن سے خداتعالیٰ رعیّت (قوم) کے معاملہ میں سوال کرے گا۔" بخاری شریف کی اس حدیث سے بوضاحت ثابت ہوگیا۔ کہ جس طرح بنی اسرائیل میں اُن کی درستی کے لئے باوجود کتاب اور سنت کی موجودگی کے انبیاء علیہم السلام یکے بعد دیگرے آیا کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ پر عمل کرنے کرانے کے لئے انبیاء کا وجود ضروری سمجھا۔ یہ کہیں نہ فرمایا۔ کہ (قرآن) کتاب اللہ کی موجودگی میں کسی ہادی (نبی یا ولی) کی ضرورت نہیں۔ لوگ خود بخود کتاب اللہ پر عمل کیا کریں۔ بلکہ فرمایا تو یہ فرمایا پ المائدہ ع ۱۱۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ الخ "ہم نے (موسیٰ علیہ السلام پر) توریت نازل فرمائی تھی جس میں ہدایت بھی تھی اور نور بھی تھا۔ انبیاء (بنی اسرائیل) جو (اللہ تعالیٰ کے مطیع تھے۔ اس کے موافق یہود کو حکم دیا کرتے تھے۔ اور (اسی طرح ان میں اہل اللہ مشائخ و درویش) اور علمائے ربانی بھی (اُسی کے موافق کہ وہی اس وقت کی شریعت تھی حکم دیتے تھے) بوجہ اس کے کہ ان (اہل اللہ وعلمائے ربانی) کو اس کتاب (پر عمل کرنے اور کرانے) کی نگہداشت کا حکم (حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے) دیا گیا تھا۔ اور وہ اس کے اقراری بھی ہو گئے تھے۔ الخ

(بیان القرآن) الحمد للہ کہ اِس آیت شریف میں ضرورتِ شیخ کے مسئلہ کو اس وضاحت سے بیان فرمادیا ہے کہ انکار کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ صاف بیان فرمادیا۔ کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول کی موجودگی میں ان پر عمل درآمد کرنے اور کرانے کے لئے انبیاء علیہم السلام (کتاب کی موجودگی میں ضرورتِ نبی) اور ان انبیاء کی عدم موجودگی میں بھی کام کتاب پر عمل کرنے اور کرانے کا (ربانیون والاحبار یعنی اہل اللہ اور علمائے حقانی سرانجام دیتے تھے۔ کیونکہ ان کو الیا کرنے کا حکم بذریعہ انبیاء پہنچتا رہتا تھا۔ (کتاب اور سنت کی موجودگی میں ضرورت شیخ بھی ثابت ہوگئی فالحمد للہ علیٰ ذالک) بعینہٖ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلسلۂ نبوت کو بند سمجھتے ہوئے بالہدائیت یہ فرما کر کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کا کام اپنے بعد اپنے خلفاء کے سپرد فرمایا۔ اور لوگوں کو تاکیداً حکم فرمایا کہ ان کی تابعداری کریں۔ اور ان کے حقوق ادا کریں۔ جیسا کہ اوپر حدیث میں گذرا۔ حق بات یہی ہے کہ قرآن مجید اور حدیث شریف بھی جب تک کسی سے پڑھے نہ جائیں۔ اور کسی کامل عامل کی صحبت میں رہ کر ان پر عمل کرنا نہ سیکھا جائے۔ ان کی موجودگی بھی محض خیر و برکت کا باعث ہوگی۔ کسی کو ہدایت پر نہیں لاسکتی۔ ماں کے پیٹ سے کوئی پڑھکر نہیں آتا۔ جس سے کوئی پڑھے گا۔ اور جس کی صحبت میں رہ کر ان پر عمل کرنا سیکھے گا۔ کتاب اور سنت کی موجودگی میں بھی اس شخص کی ضرورت رہے گی۔ اس لئے یہ مسئلہ تو غلط ہوگیا۔ بلکہ کامل طور پر رد ہوگیا۔ کہ کتاب اور سنت کی موجودگی میں کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ فہو المراد۔ ناموں کا اختلاف کچھ

معنی نہیں رکھتا۔ اس کو استاد کہہ لو۔ میاں جی یا مولوی کہہ لو۔ ہادی۔ رہبر یا رہنما کہہ لو۔ اخوند کہہ لو۔ پیر و مرشد کہہ لو۔ بہر حال وُہ ایک شخص ہے جو علم یا ہدائیت پانے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ مدرسوں اور مکتبوں میں کتب خانوں اور دُکانوں میں۔ ہمارے گھر کے طاقوں اور اونچی باادب جگہوں میں خواہ کتنے ہی کتاب اور سنت کے ذخائر موجود ہوں۔ وہ ایک ایسے شخص کی موجودگی کے بغیر بلکہ اس کے پاس جانے زانوئے ادب تہ کرنے۔ ان کی مکمل اور اندھی تقلید کرنے اور دل و جان سے اُنکی خدمت کرنے کے بغیر نہ ہمیں راہِ ہدائیت دکھا سکتے اور نہ خدا تک پہنچا سکتے ہیں۔ اگر کوئی ضد کرے اور ہٹ دھرمی سے نہ مانے تو یہ روزِ روشن میں آفتابِ درخشاں کا انکار کرنے کا مترادف ہوگا۔ اور ایسے شخص کو شپرہ چشم کہنا ہی پڑے گا۔ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ... چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

(اگر دن کے وقت کسی شپرہ چشم (چمگادڑ کی سی آنکھوں والا) کو نظر نہ آئے۔ تو اس میں سورج کا کوئی قصور نہیں۔

محبّتِ الٰہی

از عالیجناب مولینا مولوی غلام رسُول گوہر صدر مدرس مدرسہ نقشبندیہ قصور

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ جو لوگ ایمان لائے اُن کو اللہ سے بہت سخت محبّت ہے۔ یعنے کسی کو کسی سے اتنی محبت نہیں۔ جتنی ایماندار کو اللہ سے ہے۔ اللہ کی محبّت ایماندار کے واسطے آفتاب کی مانند ہے کہ اس کے طلوع سے تمام کواکب اور ستارے بے نور ہو کر اور قعرِ نیستی میں گر جاتے ہیں۔ اسی طرح جب ایماندار کے دل کے آسمان پر محبت الٰہی کا آفتاب طلوع کرتا ہے، تو تمام محبُوبوں کی محبت متلاشی ہو جاتی ہے۔ صرف ایک محبوبِ حقیقی ہی، کا جلوہ ہوتا ہے۔ جو قبلۂ توجہ بنکر رہ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایماندار خود اپنی ہستی سے گم ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر پہنچکر اپنے وجود کا ملاحظہ کرنا شرک خیال کرتا ہے۔ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی حقیقت ہر جانب سے اُس کو محیط ہو جاتی ہے۔ وُہ ہر چیز کو اس کے بحرِ وجود میں غوطہ زن اور مضمحل پاتا ہے۔ ع

عجب است باوجودت کہ وجودِ من بماند۔

محبّت الٰہی ایمان کا ثمرہ اور اس کا نتیجہ ہے۔ جب دل نورِ ایمان کے ساتھ جگمگا گیا۔ اور اس کا کونہ کونہ نورِ توحید سے روشن ہو گیا۔ تو پھر محبوب حقیقی کا جمال اس پر منعکس ہونے لگتا ہے۔ اور یہ دل محبوب حقیقی کے انوار و تجلّیات کا مورد بن جاتا ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ مجھے نہ زمین سما سکے اور نہ آسمان۔ میں تو اپنے ایماندار بندہ کے دل میں سماتا ہوں۔ یعنے اس کے دل میں میری محبت ہوتی ہے۔ اور مَیں اس کا محبُوب بھی اپنی لَیْسَ کَمِثْلِهٖ کی شان کے ساتھ وہیں ہوتا ہوں۔ محبت ایک ایسی صفت ہے جو محب

کو محبوب کی خوشنودی کے واسطے ہر چیز کو قربان و تصدق کرنے اور آفات و بلیات برداشت کرنے پر آمادہ و تیار رکھتی ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھئے۔ خواب میں اشارہ ہوتا ہے۔ کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر۔ کوئی حیل وحجت نہیں کی۔ اپنے بیٹے کو قربان گاہ میں لیجاتے ہیں۔ اور ذبح کرنے کے واسطے اس کو لٹا کر حلق پر بار بار چھری چلاتے ہیں۔ چھری کاٹتی نہیں۔ پھر اس کی نوک حلق پر رکھکر اوپر سے دباتے ہیں۔ خدا کے حکم سے چھری قبضہ کے اندر گم ہو جاتی ہے۔ اور حلق نہیں کاٹتی۔ جب اللہ نے اپنے محب کا امتحان لے لیا۔ اور محب اپنے محبوب کے امتحان میں پورا نکلا۔ تو محبوب نے بیٹے کو ذبح کرنے کی جگہ پر جنت سے دنبہ بھیجدیا اور بیٹے کو ذبح ہونے سے رہائی دے دی۔

یہ واقعہ صرف پڑھنے سننے سے ہی تعلق نہیں رکھتا بلکہ اس سے محبت کا سبق حاصل کرنا چاہئے کہ بیٹے سے زیادہ عزیز اور پیاری دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے۔ لیکن اللہ کی محبت کے سامنے یہ محبت لاشئی ہو جاتی ہے۔

ایک اور واقعہ سنئیے! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ نے اپنے باپ کی خدمت میں عرض کیا۔ ابا جان! جنگ بدر میں آپ کئی دفعہ میرے سامنے آئے اور مجھے موقعہ ملا کہ آپ کو قتل کروں۔ مگر معاً یہ خیال آجاتا تھا کہ میرے باپ ہیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ بیٹا! اگر تو میرے سامنے ایک دفعہ بھی آگیا ہوتا تو میں فوراً تجھے قتل کر دیتا۔ اور اس کی پرواہ نہ کرتا کہ تو میرا بیٹا ہے۔

اسی طرح کے سینکڑوں واقعات ہیں جن میں کامل ایمان داروں نے اپنی عزیز سے عزیز چیزیں اللہ کے نام پر قربان کر دی ہیں۔ باپ نے بیٹے کی اور بیٹے نے باپ کی محبت جبکہ وہ خدائے برحق کی محبت کے حصول میں سدِ راہ نظر آئی۔ کانٹے پتھر کی طرح راہ سے اٹھا کر پھینک دی۔ اور اگر کسی سے محبت ہے تو وہ اس لئے ہے کہ یہ محبت اس کے حکم کے عین مطابق اور اس کی رضا میں ممد و معاون ہے۔ ایسی محبت حقیقتاً اللہ ہی کی محبت ہوتی ہے۔ مثلاً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جو جزو ایمان ہے اللہ کی محبت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہٖ و ولدہٖ والناس اجمعین۔ تم میں سے کوئی ایماندار (اللہ کا محب) نہیں ہوتا۔ یہانتک کہ میں اس کی طرف اس کے والد اس کے بیٹے۔ اور تمام جہان کے لوگوں سے زیادہ محبوب ہو جاؤں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ لا یؤمن احدکم حتیٰ تکون ھواہ تبعاً لما جئت بہٖ۔ تم میں سے کوئی ایماندار (اللہ کا محب) نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ اس کی خواہش اس چیز کے تابع ہو جس کو میں لیکر آیا ہوں۔ یعنی قرآن کا دین اسلام۔ ان دو حدیثوں سے ثابت ہوا کہ رسولؐ اور قرآن اور اسلام کی محبت محبت الٰہی کا رکن ہے۔ اور محبت الٰہی کی تکمیل نہیں ہوتی۔ جب تک وہ ان چیزوں سے محبت نہ رکھے۔ اس لئے کہ ان چیزوں کی محبت۔ محبت الٰہی کے حصول میں ممد و معاون۔ ناصر و مددگار ہے۔ اور محبوب تک پہنچانے والے اسباب اور وسائل بھی محبوب ہوتے ہیں۔ عاشقانِ مجازی کے حالات میں غور کیجئے تو یہ حقیقت عیاں ہوئے بغیر نہیں رہے گی۔ کہ معشوقہ کا پیام لانے والی اس کی میٹھی میٹھی باتیں سنانے والی، دلالہ کتنی محبوب ہوتی ہے کہ ہر وقت آنکھیں اس کی راہ پر بچھی رہتی ہیں۔ اس کو راضی اور خوش رکھنا عاشق فرض جانتا ہے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ

محبوب کی باتیں سُناتی ہے۔ اس کا پیام لاتی ہے۔ محبوب تک پہنچنے کا وسیلہ بنتی ہے۔ ورنہ عاشق کو اس کی ذات من حیث ہی سے کوئی محبّت نہیں ہے۔ اگر ہے تو محبوب کی وجہ سے ہے۔

جس طرح محبوب کا پتہ بتانے والی سے محبت ہوتی ہے۔ اسی طرح عاشق کو ہر اُس چیز سے محبت ہوتی ہے۔ جس کو کسی وجہ سے بھی محبوب کی طرف نسبت ہے۔ محبوب کے گھر سے اُس کے در و دیوار سے۔ اُس کے خاندان کے افراد سے۔ اُس کے رشتہ داروں سے۔ اُس کے مُلک اور وطن سے۔ اور اُس کی بستی سے۔ ورنہ وہ محبّ دعوائے محبت میں جھوٹا ہے۔ اور ان تمام چیزوں کی محبت محبوب کی محبت میں شمار کی جاتی ہے۔ مجنوں نے لیلیٰ کی گلی کے کتّے کے پاؤں اسی لئے چوم لئے تھے۔ کہ وہ کتا لیلیٰ کی گلی کا تھا۔ اور بس۔

اِسی طرح محبانِ الٰہی کے واسطے آقائے نامدار احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت کرنی فرض ہے۔ کہ آپ بندوں کو اُن کے رب کا پتہ بتانے والے ہیں۔ قرآنِ پاک سے محبت ہے کہ یہ پیارے محبوب کا نامہ ہے۔ اسلام سے محبت ہے کہ پیارے محبوب تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ بیت اللہ شریف سے محبت ہے۔ کہ محبوب کا گھر ہے۔ مخلوق سے محبت ہے۔ کہ محبوب کا عیال ہے۔ چونکہ محبّت الٰہی کا حصول سوائے محبت رسولؐ کے ناممکن تھا۔ اِس لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو اپنی محبت کی تعلیم دینے کے واسطے اور اپنے حُسن اور جمالِ حقیقی سے اپنے محبوں کو آگاہ کرنے کے واسطے اور اس تک رسائی کرنے اور شرفِ باریابی حاصل کرنیکا طریقہ اور جملہ آداب و ہدایات سکھانے کے واسطے اپنے برگزیدہ بارگاہ حقائق آگاہ مظہر کامل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجدیا اور آپ کو حکم فرمایا۔ کہ ان لوگوں کو جو آجتک میری محبت کا دعوٰی کرنے کے باوجود میری محبت کو حاصل نہیں کر سکے فرمادیں کہ اگر تم اللہ سے محبّت کرنا چاہتے ہو۔ اُس کا دوست ہونے کی خواہش رکھتے ہو۔ اُس محبوبِ حقیقی کے مشاہدہ کی آرزو رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ کیونکہ میں تمہارے محبوب کا برگزیدہ اور اس کا خاص بندہ اس کے اسرار اور بھیدوں کا جاننے والا ہوں۔ پھر تمہیں تمہارا محبوب اپنی محبوبیت میں غوطہ دیکر محبوب بنالے گا۔ اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ اور وہ محبوب جس کا نام اللہ ہے۔ جس کو زمینوں کی پستی اور افلاک کی رفعت پہنچانتی ہے۔ جس کے نام کی ہیبت سے پہاڑ ریت ہو کر بہہ جاتے ہیں۔ جسکی عظمت کے آگے عرشِ معلّٰی سکڑ جاتا ہے۔ جس کی تجلیات سے کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی حمد کے گیت اور اس کی ثنا کے ترانے گاتا ہے۔ نہایت بخشش کرنے والا مہربان ہے یہ حقیقت ہے جس کو قرآن پاک میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ٥

تعجب ہے۔ کہ کئی آدمی انبیاء و اولیاء کی محبّت اور محبت کے توابع اور لوازمات کو شرک کہتے ہیں۔ خدا جانے ان لوگوں نے شرک کے کیا معنی سمجھ لئے ہیں۔ کہ بات بات میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو مشرک بنا دیتے ہیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کی تبعیت میں آپ کی امت کے اولیاء و علماء سے محبت کرنا شرک ہے۔ تو پھر اللہ تعالےٰ پر اعتراض آتا ہے۔ کہ اُس نے اپنے رسولوں کو کیوں مبعوث فرمایا۔ اور اُن کی

اطاعت و فرمانبرداری کو کیوں اپنی فرمانبرداری کہا۔ حقیقت میں ایسے لوگ ضرورت رسالت کے منکر ہو کر ایمان سے بے بہرہ ہو چکے ہیں۔ چشمِ بصیرت کھو بیٹھے ہیں۔ پاگلوں کی طرح واہی تباہی باتیں کرتے ہیں۔ ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ایماندار کو مشرک کہنا پرلے درجہ کی جہالت و سفاہت ہے۔ ایماندار سے شرک و کفر کا ظہور ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ ایماندار اللہ کی ولایت میں ہوتا ہے۔ اور اللہ کی ولایت یہ ہے۔ کہ وہ اس کو تمام اعتقادی ظلمتوں اور تاریکیوں اور عملی کثافتوں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے۔ یعنی اس شاہراہ پر اس سے چلاتا ہے۔ جو یقیناً موجب نجات ہے۔ اور جس پر چلنے والا تمام قسم کے شکوک و شبہات سے بچکر بہت جلدی منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

اللہ ہی ان لوگوں کا ولی ہے جو ایمان لائے۔ اُن کو شرک و کفر و بدعت اور علمی و عملی خرابیوں کی ظلمات اور تاریکیوں سے نور (اسلام) کی طرف نکالتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ ایماندار جو حقیقت میں اللہ کے محب کا امتیازی نام ہے۔ وہ اسلام کے نور میں ہے۔ اور اللہ اس کا اور وہ اللہ کا ولی ہے۔ اللہ کی ولایت اپنے کام میں اور بندے کی ولایت اپنے کام میں ہر وقت لگی ہوئی ہے۔ اللہ کی ولایت یعنے اللہ کی محبت جو اس کو اپنے بندے کے ساتھ ہے۔ وہ اس کو شرک۔ کفر۔ بدعت سے بچاتی ہے۔ اور بندے کی ولایت یعنی بندے کی محبت جو اس کو اپنے اللہ سے ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ اس کی اطاعت و عبادت میں اس کو منہمک کرتی ہے۔ اور جہانتک اس کا مقدور ہے۔ اس کو اللہ کی نافرمانی سے بھی بچاتی ہے۔

پھر کیسے ممکن ہؤا کہ ایماندار یارسول اللہ کہنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ پاک کی زیارت کے واسطے اپنے اونٹ پر کجاوہ باندھنے سے یا سفر کرنے سے۔ آپ کا یوم ولادت منانے سے اور قیام کرنے سے۔ گیارھویں شریف کا ختم دلانے سے۔ گیارھویں کے ختم کے واسطے بکرا خریدنے اور اس کو پیر کا یا گیارھویں کا بکرا کہنے سے نعوذ باللہ من ذالک مشرک ہو گیا۔

وُہ تو مشرک نہیں ہؤا۔ کیونکہ وہ اللہ کا ولی ہے۔ وہ جو کام کرتا ہے۔ اللہ کی محبت کے ساتھ کرتا ہے۔ یارسول اللہ کہتا ہے اللہ کی محبت کے ساتھ۔ اگر روضۂ مطہرہ پر حاضر ہوتا ہے تو اس کی محبت کے ساتھ۔ میلاد شریف کرتا ہے تو اسکی محبت کے ساتھ۔ پیرانِ پیر حضرت غوث پاک کی گیارھویں دیتا ہے۔ تو اس کی محبت کے ساتھ۔ بلکہ ایمان داروں کو مشرک کہنے والا خود ہی مشرک ہو گیا۔ اس لئے ایمان دار کو مشرک یا کافر کہنا کفر ہے۔

فضائل کا سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

(صفحہ ۲ سے آگے)

چنانچہ اصحابِ کرام بطریقِ وراثت از کمالات نبوت حظ وافر گرفتہ اند متقیان ایں طریق نیز ازاں کمالات بطریق تبعیت نصیب کامل می یابند۔ و معتدیان و متوسطان کہ ملتزم ایں طریق اند و محبت کامل بہ منتہیان ایں طریق دارند۔ امید وارند المرء مع من احب بشارت در افتادگان را۔

توبہ

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ

آجکل دنیا طلبی وحصول زر کے لئے ہر ایک آدمی بے تاب اور کوشاں ہے۔ حلال وحرام کی تمیز بھی نہیں کی جاتی۔ اگر کسی صاحب کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ اس چند روزہ زندگی کے لئے حرام کو چھوڑ دو۔ رشوت۔ سود خوردنی۔ بد دیانتی۔ سینما سازی ریشم پہننے۔ دھوکہ بازی کرنے۔ کسی کا مال ناجائز طریقہ سے کھانے سے توبہ کرو۔ تو جواب یہ ملتا ہے کہ پہلے دنیا کما لیویں۔ مکان بنالیں۔ بچوں کی شادیاں کرلیویں۔ پھر بوڑھے ہوکر توبہ بھی کرلیں گے۔ اور حج کا سفر مبارک بھی کریں گے جس سے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ حالانکہ ان کو یہ علم نہیں کہ میری موت کب ہے۔ اور موت سے پہلے مجھے توبہ کا وقت بھی نصیب ہوگا یا نہیں۔ روزمرہ کے مشاہدات دیکھتا ہے۔ کہ بالکل تندرست صحیح و سالم چلتے پھرتے دل کی حرکت بند ہوئی۔ اور مقام اصل تک جا پہنچے۔ پھر بھی نالائق کاموں کی طرف اُس کی رغبت اور محبت ہے۔ اور دن رات دنیاوی امور میں منہمک اور مشغول ہے۔ عبرت کے تازیانے صبح و شام ان کو راہِ راست پر نہیں لاتے۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ نہ تو دنیا فانی ہے اور نہ ہی میں فانی ہوں۔ یہ سلسلہ اسی طرح رہے گا۔ اور میرا طوطی ابد تک بولتا رہے گا۔ راہِ راست دکھانے کے لئے مولا کریم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں بھیجے جو کہ سب کو یہی بتاتے گئے۔ کہ تمہارا اصلی گھر اور ہے۔ اور اس دنیا فانی کو اپنا گھر سمجھ کر اپنی عاقبت کو خراب اور تباہ نہ کرو۔ سعادتمنداں نے ان کی ہدایت کو تسلیم کرلیا۔ اور بُرے کاموں سے توبہ کر کے مولیٰ حقیقی کو خوش کرلیا۔ اس لئے ہم کو بھی چاہیئے کہ تمام ا[illegible] بد سے بصدق دل توبہ کریں۔ اور مولیٰ کریم کے فرمان کو دل وجان سے تسلیم کریں۔ اور کفار ومشرکین کے طریقہ سے بیزاری کا اظہار کرکے راہِ مستقیم پر چلیں۔ اس میں ہماری سعادت اور نجات وفلاح مضمر ہے۔

اس آیت کریمہ میں توبہ کی مقبولیت کے شرائط بیان ہوتے ہیں۔ اس جگہ چند امور قابلِ غور ہیں۔ اوّل توبہ کے معنی۔ دوم توبہ کے مراتب۔ سوم توبہ کے شرائط۔ چہارم توبہ کے مسئلہ پر اعتراضات وجوابات۔

توبہ کے معنی ہیں لوٹنا۔ رجوع کرنا۔ جب اس کا فاعل بندہ ہو۔ تو معنی یہ ہوتے ہیں۔ گناہ سے نیکی کی طرف رجوع کرنا۔ اور جب فاعل خدا ہو تو سزا سے عطا کی طرف رجوع کرنا۔ تواب بندے کی بھی صفت ہے۔ اور رب کی بھی۔ مگر مختلف معنی سے گناہ سے رجوع کرنا عام ہے۔ خواہ کفر سے رجوع کرنا ہو۔ یا حقوق عباد سے یا صغائر سے یا کبائر سے یا زبان سے کہہ کر یا صرف ارادہ قلبی سے یا عمل بدل کر یہ

سب توبہ کی شقیں ہیں۔ زبان کی ہی پابندی نہیں۔

جس مرتبہ کا گناہ ہوگا۔ اُسی مرتبہ کی توبہ۔ یعنی اگر گناہ ظاہر ہو چکا ہے۔ تو توبہ بھی علانیہ ضروری ہے۔ اگر گناہ خفیہ ہے تو توبہ بھی خفیہ ہو۔ اور اگر توبہ حقوق الٰہی سے ہے تو صرف دل کی شرمندگی اور آئندہ بچنے کا عہد کافی ہے۔ جیسا داڑھی منڈانے سے توبہ۔ اور اگر حقوق شریعت سے توبہ ہے۔ تو اس کی قضا یا کفارہ یا قصاص ضروری ہے۔ جیسے جو کوئی نماز کا تارک رہا وہ نماز کی قضا کرے جس نے روزہ یا قسم توڑی وہ کفارہ دے۔ زنا کیا یا کسی کو قتل کیا تو سزا یا قصاص بھگتے۔ اُسے محض مُنہ یا دل سے توبہ کرنا کافی نہیں۔ اگر حقوق ا[illegible] باد سے توبہ کرنا ہے تو صاحب حق کا یا تو حق ادا کرے یا اس سے معاف کرالیوے۔ اگر وہ مر چکا ہے۔ تو ورثا سے اس حق کی معافی طلب کرے۔ صرف لفظ توبہ کہہ لینا کافی نہ ہوگا۔

حضرت امام صاحب کے والد حضرت ثابتؒ نے دریا میں سے بہتا ہُوا ایک سیب اٹھا کر کھا لیا۔ پھر خیال آیا۔ کہ یہ حق العباد ہے۔ مالک سے معافی لینی ضروری ہے۔ تلاش مالک میں دریا کے کنارے کنارے چلے گئے۔ بہت دور جا کر ایک باغ لبِ دریا پایا۔ سمجھے وہ سیب اِسی باغ کا تھا۔ اس کے مالک کے مکان پر پہنچکر معافی چاہی۔ اس نے کہا کہ معاف کرونگا۔ بشرطیکہ تم میری لڑکی سے نکاح کرنا منظور کرو۔ جو اندھی، گونگی اور لنگڑی ہے۔ قہر درویش برجانِ درویش منظور کر لیا۔ نکاح ہوا۔ گھر میں جا کر دیکھا۔ تو ایک نہایت حسینہ جمیلہ نو عمر لڑکی قرآن پڑھ رہی ہے۔ دیکھکر بھاگے۔ اُس نے عرض کیا کہ میں آپ کی بیوی ہوں۔ فرمایا کہ تیرے باپ نے کہا تھا کہ وہ اندھی۔ بولی۔ لنگڑی ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ تو نہایت حسین تندرست خوبصورت ہے۔ اُس نے عرض کیا۔ میں غیر کی شکل دیکھنے سے اندھی ہوں۔ غیر کی آواز سننے سے میرے کان بہرے ہیں۔ آجتک میں اپنے گھر کی چار دیواری سے باہر نہیں گئی۔ لہذا میں لولی لنگڑی ہوں۔ میرے باپ نے سچ کہا تھا۔ میں غیروں سے بالکل محفوظ ہوں۔ اُسی کے بطن سے حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ یہ طریقہ توبہ کا اور اس کے برکات ہیں۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ توبہ کے کچھ تو ارکان ہیں۔ اور کچھ شرائط ہیں۔ اور کچھ مستحبات اور کچھ اوقات ہیں۔ جیسے دیگر عبادات کے لئے ہیں۔ اس کے دو رکن ہیں۔ دل میں گذشتہ گناہوں سے ندامت اور آئندہ کے لئے نہ کرنے کا عہد صادق۔ توبہ کی دو شرطیں ہیں۔ اول ریا سے پاک ہونا۔ دوسرے خدا سے خوف و امید ہونا (روح البیان) رہا توبہ کا وقت۔ اگر کفر سے توبہ ہے تو غرغرہ موت سے پہلے کرے۔ ملائکہ کو دیکھکر ایمان لانا معتبر نہیں۔ اور اگر گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو موت سے پہلے کرے۔ توبہ کے مستحبات چند ہیں۔ اول توبہ کے وقت آنسو نکالنا۔ تاکہ اس جاری پانی سے رحمت الٰہی کے پھول مہکیں۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں ؎

از پسِ ہر گریہ آخر خندہ ایست ۔ مردِ آخر بیں مبارک بندہ ایست
تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن ۔ تا نہ گرید ابر کے خندد چمن
تا نہ گرید طفلک حلوہ فروش ۔ بحرِ بخشش کئے آید بہ جوش

بچہ جب تک نہ روئے ماں دودھ نہیں دیتی۔ بادل کے بغیر روئے چمن نہیں ہنستا۔ کنوئیں جب تک پانی نہ بہائے۔ کھیت ہرا بھرا نہیں ہوتا۔ اسی طرح چشمہ چشم جب تک جاری نہ ہو۔ ایمان کی کھیتی ہری بھری نہیں ہو سکتی۔ دیکھو ایک حلوہ فروش بچہ کی وجہ سے تمام قرضخواہوں کا قرضہ پردۂ غیب سے

وصول ہوا۔ جس کا قصہ مشہور ہے۔

حضرت ابو لبابہ نے حضور انور کا ایک راز ظاہر کر دیا تھا۔ توبہ کے لئے ستون سے اپنے کو باندھ دیا کہ حضور کھولیں گے۔ تو آزاد ہوں گا۔ چنانچہ اس ستون کا نام ہے استوانہ ابو لبابہ۔ اس باندھنے کی برکت سے ان کی توبہ قبول ہوئی دوسرے یہ کہ توبہ کے وقت چار اعضاء کام میں ہوں۔ آنکھیں روتی ہیں۔ دل خوف سے لبریز۔ دماغ تصور شان جباری وغفاری میں ہو۔ زبان کلمات استغفار بولتی ہیں۔ توبہ کے وقت کچھ صدقہ وعمل خیر کرنا بھی مستحب ہے۔ حضرت کعب ابن مالک نے توبہ قبول ہونے پر مخبر کو تمام کپڑے دے دیئے تھے۔

بوستان میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کو بیماری نے عاجز کر دیا۔ اطباء مایوس ہو گئے۔ ایک فقیر سے دعا کی درخواست کی۔ اس نے کہا کہ مجھ اکیلے کی دعا پر تیرے مظلوموں قیدیوں کی بد دعائیں غالب ہونگی۔ تو پہلے مظلوم قیدیوں کو آزاد اور مظلوموں کو راضی کر۔ پھر فقیر نے دعا کو ہاتھ اٹھائے۔ کہ پروردگار بھاگا ہوا غلام حاضر ہے۔ معاف کر فوراً آرام ہو گیا۔ مرشد کی دعا کے ساتھ اوروں کی بد دعا نہ لو۔ ورنہ قبول نہ ہونیکی شکایت کیا ہے۔ توبہ کا فائدہ یہ ہے۔ کہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ۔ انسان صحیح توبہ کے بعد ایسا ہوتا ہے۔ جیسا کہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ بلکہ بعض وقت توبہ سے مجرم قطب بن جاتا ہے۔ عہد فاروقی میں پیر چنگی ایک فاسق گویا تھا۔ جب بڈھا ہو کر فاقہ مرنے لگا۔ تو قبرستان میں جاکر کہا کہ خدایا آج تو میری چنگ سن۔ چنگ پھینک کر روتے روتے بیہوش ہو گیا۔ ادھر حضرت فاروق اعظم کو حکم ہوا۔ کہ ہمارا بندہ خاص جنت البقیع میں ہو کا ہے۔ اس کو سات سو درہم دے آؤ۔ حضرت فاروق جب آئے سوائے پیر چنگی بے ہوش کے کسی کو نہ پایا۔ آپ نے قبرستان کے سات چکر لگائے۔ کہ کوئی مرد خدا یہاں ہو جس کو عطیہ خداوندی دوں۔ مگر سوائے پیر چنگی کے کسی کو نہ پایا۔ آپ بار بار یہ ہی خیال فرماتے رہے۔ کہ یہ فاسق فاجر بڈھا مرد خدا کیسے ہو سکتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

پیر چنگی کے بود مرد خدا۔ حبذا اے راز پنہاں حبذا

آخر اس کے سرہانے بیٹھ گئے۔ ان کی چھینک سے چنگی کی آنکھ کھلی۔ خلیفہ کو دیکھ کر بولا۔ خدایا میں نے توبہ کی تھی۔ اور تو نے مجھ بڈھے کو مارنے کے لئے خلیفہ کو بھیج دیا۔ چاہا کہ بھاگے۔ فاروق اعظم نے ہاتھ پکڑ کر تھیلی پیش کی۔ اور پیغام الٰہی پہنچایا۔ چنگی اس کرم الٰہی اور عنایت خداوندی کو دیکھ کر جان بحق ہو گیا۔

انسان توبہ کرتا رہے۔ اس میں شرم نہ کرے۔ توبہ تو ہمارے دادا حضرت آدم علیہ السلام کی میراث ہے۔ اسی لئے آئمہ دین اگر اپنی کسی شرعی غلطی پر مطلع ہوتے تو مجمع میں رجوع کر لیتے تھے۔ ہر وقت توبہ کرتے رہنا چاہیئے۔ توبہ کے متعلق چند اعتراض ہیں۔ ایک یہ کہ توبہ کے مسئلہ سے مجرم دلیر ہوتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ گناہ کروں پھر توبہ کر لونگا۔ مغفرت تو ہو ہی جاویگی۔ دوئم یہ کہ آیت میں ہے۔ عَلَی اللّٰہِ یعنی اللہ پر توبہ قبول کرنا واجب ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں۔ قرآن شریف میں لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وارد ہے۔ سوئم یہ کہ اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ جہالت سے جو گناہ ہو۔ وہ قابل معافی ہے۔ اور عمداً گناہ قابل معافی نہیں۔ کیونکہ اِنَّمَا حصر کے لئے ہے۔ حالانکہ دوسری آیت میں وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَاءُ وارد ہے۔

چہارم یہ کہ مِنْ قَرِیْبٍ سے معلوم ہؤا۔ کہ گناہ کرتے ہی توبہ کرے۔ تو قبول ورنہ نہیں۔ پنجم یہ کہ آیت لَیْسَتِ التَّوْبَةُ سے معلوم ہؤا۔ کہ موت کے وقت کی توبہ قبول نہیں۔ تو ابو طالب کو بوقت موت تلقین اسلام کی کیوں کی گئی۔ اور میّت کو نزع میں تلقین کیوں کرتے ہیں۔ جب اس وقت کی توبہ ہی قبول نہیں ہوتی۔ تو تلقین بے کار اور غیر مفید ہے۔

ان اعتراضات کے جواب حسب ذیل ہیں۔ اول کا یہ کہ امید مغفرت اور خوف عذاب گناہ سے روکتا ہے اور معافی سے مایوسی گناہ پر دلیر کرتی ہے۔ پھانسی والے کی بہت نگرانی کی جاتی ہے۔ دیکھو کَسْتُوْرٌ مَغْلُوْبٌ ... القلب۔ ہاں یقین مغفرت بے خوفی پیدا کرتا ہے۔ یہاں یہ نہیں۔ دوم کا جواب یہ ہے۔ کہ کسی دوسرے کے خدا پر واجب کرنے سے خدا پر کچھ واجب نہیں ہوتا۔ مگر اس نے اپنے کرم سے ... اپنے پر لازم فرمایا۔ یہ عین رحم ہے۔ اسی طرف اشارہ ہے۔ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ میں جیسے خدا پر کسی کا حق نہیں۔ مگر اس نے خود حق مقرر فرمایا اپنے کرم سے اسی لئے بحق ... سے دعا کرنا جائز ہے۔ تیسرے کا یہ جواب ہے۔ کہ یہاں جہالت سے مراد نادانی یا حماقت ہے۔ نہ کہ لاعلمی ... بھی گناہ کرتا ہے۔ تو نادانی کرتا ہے۔ اس سے وہ لوگ نکل گئے جو گناہ کو حلال جان کر کریں۔ یا جہالت سے مراد غفلت ہے اگر گناہ کرتے وقت خیال کرے کہ خدا دیکھ رہا ہے۔ تو کبھی گناہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے نماز ... چاہیئے کہ میں رب کو دیکھ رہا ہوں۔ یا وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ تب خشوع حاصل ہوگی۔ چہارم کا جواب یہ ہے۔ کہ قریب سے مراد قبل از موت ہے۔ کیونکہ عمر خواہ کتنی دراز ہو قبل

موت کا وقت بعد موت کے اعتبار سے قریب ہے۔ یا یا مراد قریب سے قریب گناہ نہیں بلکہ قریب موت ہے۔ پھر بھی مراد وہی ہوئی۔ یعنی موت سے پہلے توبہ کرے۔ مگر موت کا ہر وقت خطرہ ہے۔ لہذا ہر وقت توبہ چاہیئے۔ آیت لَیْسَتِ التَّوْبَةُ میں توبہ عن الکفر مراد ہے۔ سیئات سے بھی مراد کفر ہے۔ جو ہزارہا گناہوں کا سبب ہے۔ اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ سے مراد حالت غرغرہ ہے۔ یعنی حالت غرغرہ میں کفر سے توبہ معتبر نہیں۔ کیونکہ اب ملائکہ عذاب کو دیکھ لیا۔ تو ایمان بالشہادۃ ہؤا۔ اور قابل اعتبار ایمان بالغیب ہے۔ ہاں اس وقت گناہوں سے توبہ معتبر ہے۔ ابو طالب کو تلقین قبل غرغرہ تھی۔ نزع میں جو تلقین کرائی جاتی ہے۔ وہ کفر سے توبہ کرنے کے لئے نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ تو مومن ہے۔ ایمان پر قائم رکھنے کے لئے ہوتی ہے حضور کے والدین کا ایمان بعد موت بھی قبول کر لیا گیا۔ یہ حضور کی خصوصیت تھی۔ نیز وہ حضرات مومن تو تھے صرف صحابیت سے مشرف کرنا منظور تھا۔ یا مراد یہ ہے۔ کہ موت کے وقت کی توبہ اللہ پر لازم نہیں ہوتی قبول کرے یا نہ کرے مگر موت سے پہلے کی توبہ رب ضرور قبول کریگا۔ اس نے اپنے ذمہ یہ کرم لازم فرما لیا۔

(نکتہ) جسم انسانی ایک انجن ہے۔ کہ روح ڈرائیور کو استعمال کے لئے دیا گیا ہے۔ چاہیئے کہ اس سے مطابق قانون کام لے۔ ہر وقت خدا و رسول کی رضا میں استعمال کرے۔ مانگا ہؤا چرخہ جو کات لیا سو اپنا پھر چرخہ چرخے والے کا۔ جسم سے جو اعمال کر لئے وہ اپنے پھر جسم جسم والے کا۔

توبہ کی شرط حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری بھی ہے۔ خواہ ظاہری ہو یا قلبی۔ رب تعالے فرماتے ہیں۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ حضور علیہ السلام حکومت

الٰہی کے وکیل ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ قرآن فرماتا ہے۔ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا۔ رب وکیل ہے تو جواب دیا جاویگا۔ کہ یہاں مراد وکیل لغوی یعنی اَلَّذِیْ یَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ ہے۔ نہ کہ اصطلاحی یعنی ملزم وحاکم کے درمیان وسیلہ۔ کیونکہ خدائے قدوس تو اصل مقصود اور حاکم ہے۔ اور حضور دوسرے معنی کے اعتبار سے وکیل ہیں۔ ورنہ کسی مقدمہ میں نہ تو کسی کو وکیل بناؤ نہ گواہ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا اور نہ محاسب وَکَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیْبًا اور نہ حاکم اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ جناب بغیر وکیل وگواہ کے [illegible] نہیں ہوتا۔ توبہ واستغفار کا اچھا وقت صبح کا ہے۔ رب تعالٰے فرماتا ہے۔ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ۔ توبہ کے بڑے فوائد ہیں۔ ایک شخص نے امام حسن بصری کی خدمت میں آکر تنگی رزق کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا۔ توبہ استغفار پڑھا کرو۔ دوسرے نے بیماری کی شکایت کی۔ اُسے بھی توبہ کا حکم دیا۔ غرضیکہ کسی نے بے اولاد ہونے کی۔ کسی نے قحط سالی کی۔ کسی نے نا اتفاقی کی شکائتیں کیں۔ سب کو توبہ واستغفار کا حکم دیا۔ جو شخص اس ساری گفتگو کو سن رہا تھا۔ اُس نے عرض کیا۔ کہ حضرت بیماریاں مختلف اور علاج ان سب کا ایک آپ نے فرمایا ہاں توبہ استغفار ہر بیماری کا علاج ہے۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا۔ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْہِ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا وَّیُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ۔

اس آئیت کریمہ سے معلوم ہوا۔ کہ توبہ تمام مصیبتوں کا آسان دفعیہ ہے۔ (باقی باقی)

خیام

(۱)

گر از پئے شہوت و ہوا خواہی رفت
از من خبرت کہ بینوا خواہی رفت
بنگر چہ کسی و از کجا آمدۂ
میدان کہ چہ میکنی کجا خواہی رفت

(۲)

خارے کہ بزیر پائے ہر حیوانے ست
زلف صنمے و ابروئے جانانے ست
ہر خشت کہ برکنگرہ ایوانے ست
انگشت وزیرے و سر سلطانے ست

(۳)

این کوزہ چو من عاشق زارے بودست
دربند سر زلف نگارے بودست
این دستہ کہ در گردن او می بینی
دستے ست کہ در گردن یارے بودست

آفتاب دو عالم

از خادم محمد اسمٰعیل موضع کمال پور ضلع شیخوپورہ

یہ مضمون حضورؐ کے اوصاف میں لکھا گیا ہے۔
سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۵ (پارہ ۲۲۔ سورہ احزاب،
چراغ روشن یا صاحب چراغ کہ وہ چراغ قرآن مجید ہے
یعنی قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے آیات باہرات میں
لکھا ہے۔ کہ حق تعالےٰ نے پیغمبرؐ کو چراغ فرمایا۔ اِس
واسطے کہ چراغ کی روشنی اندھیرے کو مٹا دیتی ہے
اور حضرت صلعم کے نور وجود نے کفر کے اندھیرے کو
جہان سے نیست و نابود کر دیا۔

بیت

چراغ روشن از نور خدائی۔ جہاں را دادہ از ظلمت رہائی

ترجمہ۔ وہ چمکنے والا چراغ اللہ تعالےٰ کا نور ہے۔ جس
کے جلنے اور روشن ہونے سے تمام دنیا کی تاریکی دور
ہو گئی۔ دوسرے یہ کہ جو کچھ گھر میں گم ہو جاتا ہے۔ ایسے
چراغ کی روشنی میں پا سکتے ہیں۔ جو حقائق لوگوں سے
پوشیدہ تھے۔ اس چراغ کے نور سے انوارِ معرفت
حاصل کرنے والوں پر روشن ہو گئے۔ تیسرے یہ کہ
چراغ گھر والوں کو امن و امان اور راحت کا موجب ہوتا
ہے۔ اور چور کو خجلت اور عقوبت کا باعث ہوتا ہے۔
حضرت صلعم بھی دوستوں کے لئے سلامت و کرامت
کے سبب ہیں۔ منکروں کے لئے حسرت و ندامت
کے باعث ہیں۔ اور آپ وہ چراغ ہیں۔ جو دوسرے
چراغ ان کی طرح نہیں۔ اس واسطے کہ دوسرے چراغ
کبھی جلتے اور کبھی بجھتے ہیں۔ لیکن آپؐ اول سے
روشن ہیں۔ چراغ روشنی سے جھلملاتے ہیں۔ لیکن
کوئی دوسری چیز آپؐ کے نور کو مغلوب نہیں کر سکتی دوسرے
چراغ رات کو روشن ہوجاتے ہیں۔ اور دن کو بجھا دیئے
جاتے ہیں۔ کیونکہ دن کے وقت ان کی کوئی ضرورت
نہیں ہوتی۔ لیکن آپؐ نے ظلمتِ دنیا کی رات کو دعوت
اسلام کے نور سے روشن کر دیا۔ اور قیامت کے
دن کو بھی مشعلِ شفاعت سے آپ ہی روشن کریں
گے۔ کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ حق تعالےٰ نے
آفتاب کو چراغ فرمایا۔ (آیت) وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّ
هَّاجًا۔ سورۂ نبا پارہ ۳۰۔ اور ہمارے پیغمبرؐ کو چراغ
فرمایا۔ آفتاب چراغِ فلک ہے۔ اور جناب رسالت
مآب چراغ زمین و زماں اور چراغِ دنیا ہیں۔ آپؐ چراغ
دنیا ہیں۔ آپؐ چراغ دین منازل فلک اور محافل ملائک
کے چراغ ہیں۔ وہ چراغ آب و گل ہے۔ اور آپ چراغ
دل ہیں۔ چراغ آفتاب کے جلنے سے لوگ خواب
سے بیدار ہوتے ہیں۔ آپ کے نور کا چراغ روشن
ہونے سے تمام انس و جاں خوابِ عدم سے اٹھ کر میدانِ

وجود میں آئے۔ منظور فرمائیں۔

حضور کے اخلاق وعادات کا ناظرین بصدق دل مطالعہ کریں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام کو تقویت تلوار سے ہوتی ہے۔ وہ قطعاً غلط ہے۔ بلکہ ہم دعوے سے یہ کہتے ہیں۔ کہ آپؐ کے اخلاقِ روحانی کی تلوار نے دنیا کے دلوں کو مسخر کیا ہے۔

تاریخ اسلام میں ہے۔ کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے نہایت ملنسار۔ مہربان۔ رحمدل تھے۔ چھوٹے بڑے سب سے محبت کرتے تھے۔ نہایت سخی۔ فیاض اور داد ودہش والے تھے۔ اپنے مہمانوں کی خدمت آپ کرتے۔ گھر میں رہتے تو اپنے گھر کے کام کاج اپنے ہاتھ مبارک سے کرتے۔ اور پھٹے پرانے کپڑے آپ سی لیا کرتے تھے۔ جوتوں کو خود مرمت کر لیتے۔ بکریوں کا دودھ خود دوہتے۔ مجمع میں بیٹھتے۔ تو سب کے برابر ہو کر بیٹھتے۔ کہتے ہیں کہ آپؐ نے مسجد کی تعمیر اور خندق کے کھودنے میں برابر حصہ لیا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضور کی خدمت میں دس سال گذارے۔ لیکن اس عرصہ مزید میں حضور صلعم نے کبھی بھی کسی کام کے متعلق یہ دریافت نہیں فرمایا تھا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔ اور یہ کیوں کیا؟۔ اور آپؐ نے تمام عمر کبھی کسی کو نہیں مارا۔ ازواجِ مطہرات اور اہل بیت کے گھروں میں جو کچھ آتا۔ وہ یتیموں اور محتاجوں کی خیرات ہو جاتا۔ آپؐ خود فرمایا کرتے تھے۔ کہ آدم کے بیٹے کے لئے سر چھپانے کو ایک کپڑا اور پیٹ بھرنے کے لئے ایک روٹی کافی ہے۔ اِس پر اکتفا نہیں تھا۔ حضرت کے گھروں میں کئی کئی دن فاقہ رہتا تھا۔ اور اُن کو کھانا میسر نہ ہوتا تھا۔ دو دو ماہ تک چولہوں میں آگ جلنے کی نوبت کبھی نہ ہوتی۔ چند کھجوروں پر تمام اہل خانہ اکتفا کرتے تھے۔ اگر کوئی پڑوسی کچھ دودھ یا کھانا بھیج دیتا تو کھا لیتے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ کہ آپؐ نے مدینہ کے زمانہ میں کسی روز بھی دو وقت سیر ہو کر کھانا نہ کھایا۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے آپؐ کو بڑی محبت تھی۔ لیکن وہ محبت سونے چاندی کے زیورات اور عالیشان مکانوں میں کبھی ظاہر نہ ہوئی۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ آپ اپنے دست مبارک سے گھر کا تمام کام کاج کرتیں۔ مشک بھر بھر کر پانی خود لاتیں اگر پدر بزرگوار سے کبھی لونڈی کی فرمائش کرتیں۔ تو آپ فرماتے کہ بیٹی اپنے ہاتھ سے کام کرنا بڑا ثواب ہے۔ حضور کا آخری وقت مشاہدہ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس کچھ اشرفیاں رکھوائی تھیں۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ اے عائشہؓ۔ وہ اشرفیاں کہاں ہیں۔ کیا محمدؐ اللہ تعالیٰ سے بدگمان ہو کر ملے گا؟۔ جاؤ ان کو خدا کی راہ میں خیرات کر دو۔ سہ پہر کا وقت تھا۔ سینہ مبارک میں سانس کی گڑگڑاہٹ محسوس ہوتی تھی۔ اتنے میں لب مبارک سے یہ الفاظ سُنے۔ نماز پڑھو اور غلاموں سے نیک برتاؤ کرو۔ اتنے میں ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا۔ اور تین دفعہ فرمایا۔ بَلِ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی۔ یعنی اب کوئی نہیں۔ وہی رفیق اعلیٰ۔ یہ کہتے ہوئے روح مبارک عالم قدس میں پہنچ گئی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ
وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ؀

منظور فرمائیں۔

معرفت الٰہی

از ایڈیٹر

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (والذاریات) اللّٰہ تبارک و تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے۔ کہ میں جن وانس کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے۔ تاکہ وہ میری عبادت کریں۔ بعض مفسرین نے لیعبدون کے معنے لیعرفون کیے ہیں۔ یعنی وہ میری پہچان کریں۔ عبادت کے معنی یہی ہیں کہ اپنے معبود کے ہر حکم کی تعمیل کرے کیونکہ اللّٰہ عزوجل نے انسان کو بیکار و عبث پیدا نہیں کیا۔ دنیا میں اگر اپنے خالق کی شناخت کرے اور یہ تمام کائنات اس کے سامنے ہے۔ اس سے اس کو اپنے خالق کی شناخت کا سبق حاصل ہوسکتا ہے۔ ہر ذرہ ذرہ سے خالق کی ہستی کا اقرار و اثبات ہوتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔ ؎

ہر گیاہے کہ از زمین روید ۔۔ وحدہ لاشریک لہ گوید۔ وہ شناخت خالق اس کی عبادت سے ہوتی ہے۔ کیونکہ جب اس کو اپنا خالق منظور کیا۔ بحیثیت مخلوق ہونے کے اس کی اطاعت لازم آئی اسی اطاعت کا نام عبادت ہے۔ اور یہی عبادت عبد و معبود کے تعلق کو کامل کرتی ہے۔ اور عابد کو شان عبودیت حاصل ہوتی ہے۔ اصل میں یہی مقصد انسانی زندگی کا ہے۔ دوسرے مقام پر بھی اس طرح ارشاد ہوتا ہے۔ تبارک الذی بیدہ الملک وھو علیٰ کل شیء قدیر الذی خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا (ملک)

وہ خداوند عالم دیکتا ہے۔ جس کے قبضے میں سارے جہاں کی سلطنت ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تھا۔ تاکہ وہ میری آزمائش کرے۔ کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔ ان دو آیتوں کے ملاحظہ سے یہ امر بخوبی ثابت ہوجاتا ہے۔ کہ عبادت الٰہی و عمل صالح ہم معنی ہیں۔ عمل صالح میں تمام حرکات و سکنات و اقوال و افعال انسانی جو کہ بموجب حکم خدا ہوں شامل ہیں۔ جن کو حقوق اللّٰہ، حقوق النفس، حقوق العباد کے الفاظ سے بھی تعبیر کرسکتے ہیں۔ ان ہر سہ حقوق کی ادائیگی ماسوائے محنت اور کوشش کے اور کسی طریق سے ممکن نہیں۔ کیونکہ اتنی بڑی بھاری ذمہ وار میں سستی ناجائز ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔ ؎

لیس للانسان الا ما سعیٰ ۔۔ تا توانی جہد کن از کارہا

جس نے کاہلی کو اپنا رفیق و شفیق بنایا۔ وہ کسی طرح سے ان حقوق و فرائض سے سبکدوش نہیں ہوسکتا۔ سیدنا امام جعفر صادق رحمۃ اللّٰہ علیہ کا قول مبارک ہے۔ کہ دو عادتوں سے پرہیز کرو۔ اول کسی کام سے دل تنگ نہیں ہونا چاہیئے۔ دوم کاہلی و سستی نہ کرنی چاہیئے۔ دل تنگ ہونے سے صبر کی عادت جاتی رہتی ہے۔ اور کاہلی و سستی سے کوئی حق ادا نہ ہوگا کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے۔

جستجو نے نہ کردہ منزل یافتن ۔۔ کے تواں گوہر بساحل یافتن
کارہا داری چنیں غافل مباش ۔۔ حرکتے کن کمر از بسمل مباش

باقی آئندہ

اخبار

خداوند کریم کا شکر ہے کہ اس کے فضل و کرم سے آستانہ عالیہ میں ہر طرح سے خیریت ہے اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امیر الملت والدین مدظلہ العالی بصحت و عافیت آستانہ عالیہ میں رونق افروز ہیں۔ متوالگان مئے سرمدی اور تشنگان بادۂ الفت الٰہی ہر روز برائے قدم بوسی آستانہ عالیہ میں حاضر ہو کر محظوظ و مخمور ہو کر سرور رجاتے ہیں۔

جملہ صاحبزادگان عالی مقام بخیریت تمام ہیں۔

حلقہ ہائے ذکر

پشاور میں محترمی صاحب حافظ سلطان احمد صاحب کے دولت کدہ پر یاران پشاور کا ہر اتوار کو اجتماع ہوتا ہے۔ ختم خواجگان اور قرآن شریف کی تلاوت نعت خوانی اور حلقہ ذکر باقاعدہ ہوتا ہے۔

کراچی میں ہفتہ میں دو بار ایک دن بر مکان جناب خان بہادر حاجی بخشی مصطفیٰ علی خاں صاحب کوچہ نمبر ۲ ارکری لیدان۔ بلبلانہ بلڈنگ کمرہ نمبر ۳ اور ہر جمعرات بر مکان جناب سید نور محمد صاحب مالک سکینہ بلڈنگ عقب مسجد قصابان صدر بازار کراچی اور حلقہ ذکر سے پیشتر ختم شریف ادب و خلوص سے پڑھے جاتے ہیں۔ شائقین کی تعداد بفضلہ ۲۰ سے ۲۶ تک ہوتی ہے۔

کوہاٹ میں ہر ہفتہ میں دو دفعہ جمعرات کے دن بر مکان محترمی ماسٹر سید سعید شاہ صاحب اور اتوار کے دن بر مکان جناب بابو غلام حسین صاحب حلقہ ذکر بمع ختم شریف نہایت ہی ذوق و شوق سے ہوتی ہیں۔ شائقین ذاکرین کی تعداد چالیس تک ہوتی ہے۔ کوہاٹ میں مجالس ذکر نہایت اہتمام سے منعقد کی جاتی ہیں۔ ذکر و اذکار ختم خواجگان رضوان اللہ تعالیٰ و نعت خوانی اور وعظ بھی کی جاتی ہیں۔

خدا کے فضل و کرم سے لاہور میں محترمی جناب حاجی غلام جیلانی صاحب اور حاجی حکیم مبارک دین صاحب کے مکانات پر جملہ یاران ہفتہ میں دو بار جمع ہو کر حلقہ ذکر کی محافل منعقد کرتے ہیں۔

ارتحال

نہایت ہی دلی اندوہ اور رنج سے یہ خبر درج رسالہ کی جاتی ہے کہ اعلیٰ حضرت امیر الملت والدین سرکار علی پوری مدظلہ العالی کے ایک نہایت ہی مخلص اور دیرینہ غلام جناب مستری حافظ عبدالکریم صاحب متوطن جلال پور جٹاں ضلع گجرات جو یاران کوٹلہ کے سر حلقہ تھے۔ بعارضہ دمہ بیمار ہو کر راہگذری عالم جاودانی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو فردوس بریں میں اعلیٰ مدارج عطا فرماوے۔ مرحوم نہایت ہی متقی اور صاحب ذوق و شوق اور ذاکر بزرگ تھے۔ ناظرین رسالہ حافظ صاحب کی مغفرت کے لئے دعا فرماویں۔

رسالہ انوار الصوفیہ سرکار علی پوری مدظلہ العالی کا رسالہ ہے۔ جن غلامان و عقیدت مندان کی خدمت میں سال گذشتہ سے پیش ہو رہا ہے۔ خدارا ان کے ازدیاد و اطمینان قلب کا ذریعہ بنا۔ ان کی خدمت اقدس میں التماس ہے کہ وہ سالانہ چندہ سابقہ دفتر میں روانہ فرمادیں اور آئندہ سال کا چندہ بھی روانہ کریں۔

بجائے حالے رسید ہر کہ بشنید ⁂ بہ لفظ اندکے معنی بسیار

انجمن خدام الصوفیہ پاکستان کا

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا ⁂ او نشیند در حضور اولیا

اڑتالیسواں سالانہ اجلاس

بمقام علی پور سیداں بتاریخ ۱۰/۱۱ اپریل سنہ ۱۹۵۱ء مطابق یکم و دوئم رجب سنہ ۱۳۷۰ھ موافق ۲۸/۲۹ چیت سمت ۲۰۰۸
بروز منگل بدھ

حضرات! یہ وہ انجمن ہے جس کو

نیر برج عرفان مہ برج دیں ⁂ شہ مسند آرائے ملک یقیں ⁂ فرید زمانہ سعید ازل
کلید در گنج علم و عمل ⁂ حبیب خدا وارث انبیا ⁂ جگر گوشۂ حیدر و مصطفیٰ

سلطان اولیاء العارفین امام الاتقیاء والسالکین برہان الاصفیاء والواصلین محبوب رب العالمین فرزند ختم المرسلین منبع حسنات و خیرات مخزن فیضان و برکات اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رفیع الدرجات امیر الملت قیوم العالم الحاج الحرمین الشریفین عالیجناب مولانا صوفی حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ نقشبندی مجددی محدث علی پوری دامت برکاتہم کی سرپرستی کا فخر حاصل ہے۔ یہ وہ انجمن ہے جس نے اشاعت علم و تصوف و اتحاد سلاسل صوفیائے کرام کی خدمت اپنا مقصد اعلیٰ ٹھہرایا ہے جس کی طرف سے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے رسالہ انوار الصوفیہ ۴۰ سال سے جاری ہے۔ جو ماہ بماہ آپ کے ملاحظہ سے گزرتا ہے۔ جو انجمن خدام الصوفیہ کا باقاعدہ ترجمان ہے۔ خدا کے فضل سے امسال اس کا اڑتالیسواں اجلاس منعقد ہونے والا ہے۔ جس میں مملکت کے ہر ایک حصہ سے سجادہ نشین ذوالاحترام مشائخ کرام و علمائے عظام تشریف فرما ہو کر مجلس کو رونق بخشیں گے۔ اور اپنے انوار باطنی و فیضان روحانی و مواعظ حسنہ سے شائقین کے دلوں کو نور ایمان سے منور کریں گے۔ ہدیے عشق و محبت الٰہی عطا فرمائیں گے۔ یہ وہ مقبولان بارگاہ صمدیت و محبوبان درگاہ احدیت کی محفل عاشقان الٰہی کی مجلس ہے۔ رازداران اسرار ربانی و کاشفان راز یزدانی کی محفل پاک ہے۔ محبت کدہ ہے۔ خلوت گاہ راز ہے تجلی گاہ عرفان ہے۔ یاران طریقت کو بالخصوص اور عام اہل اسلام کو بالعموم لازم ہے۔ ضرور اس مبارک مجلس میں شامل ہو کر سعادت دارین حاصل کریں۔ ضرور آئیے تشریف لائیے۔ قدم رنجہ فرمائیے۔ کیونکہ

الفت بلبل و گل بارہا خواہد شگفت ⁂ بعد ازیں یا دوست ما سیر گلستاں یا نصیب

المعلن: کمترین غلامان غلام محمد کرم الٰہی بی اے ایڈووکیٹ جنرل سکرٹری انجمن خدام الصوفیہ پاکستان